خاندانِ اجتہاد نمبر

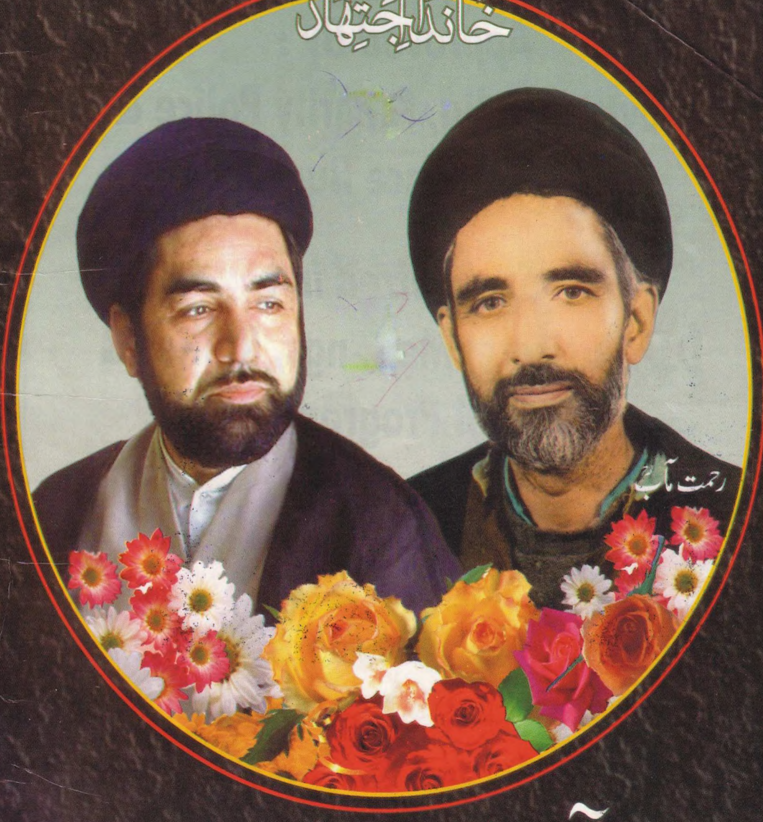

آفتابِ شریعت

خاندانِ اجتہاد نمبر

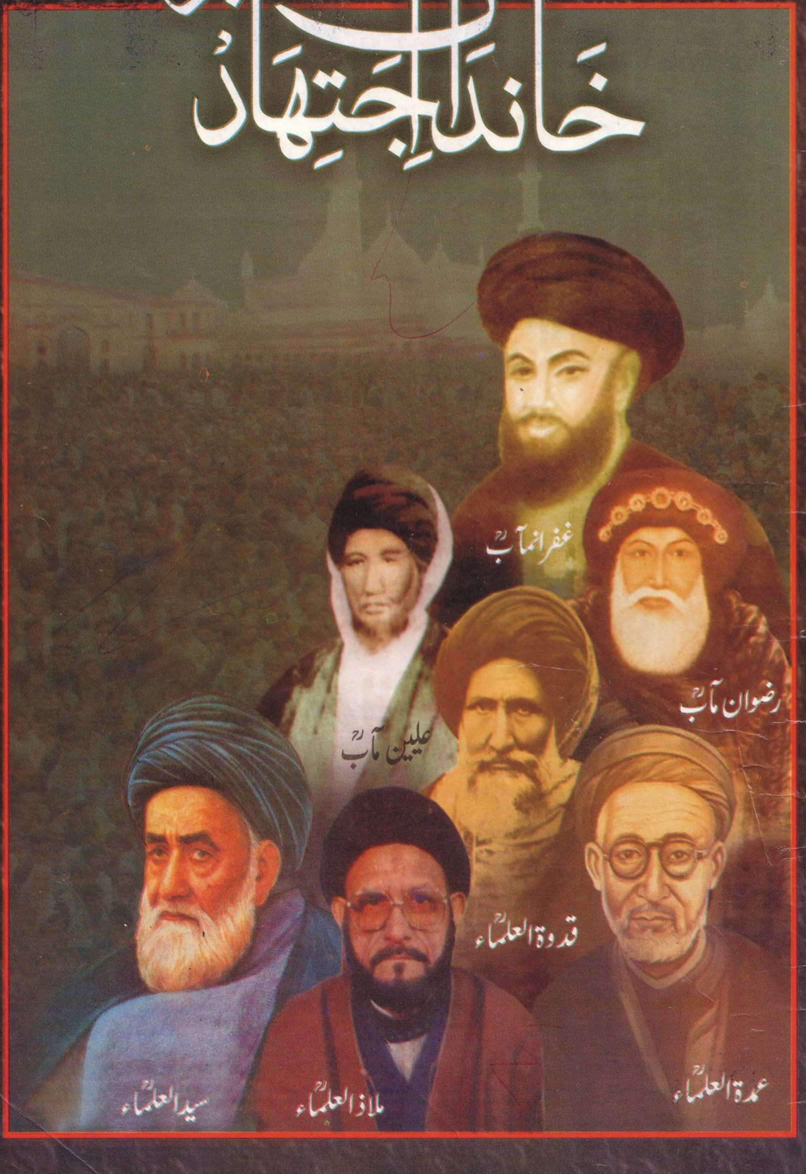

خاندانِ اجتہاد نمبر

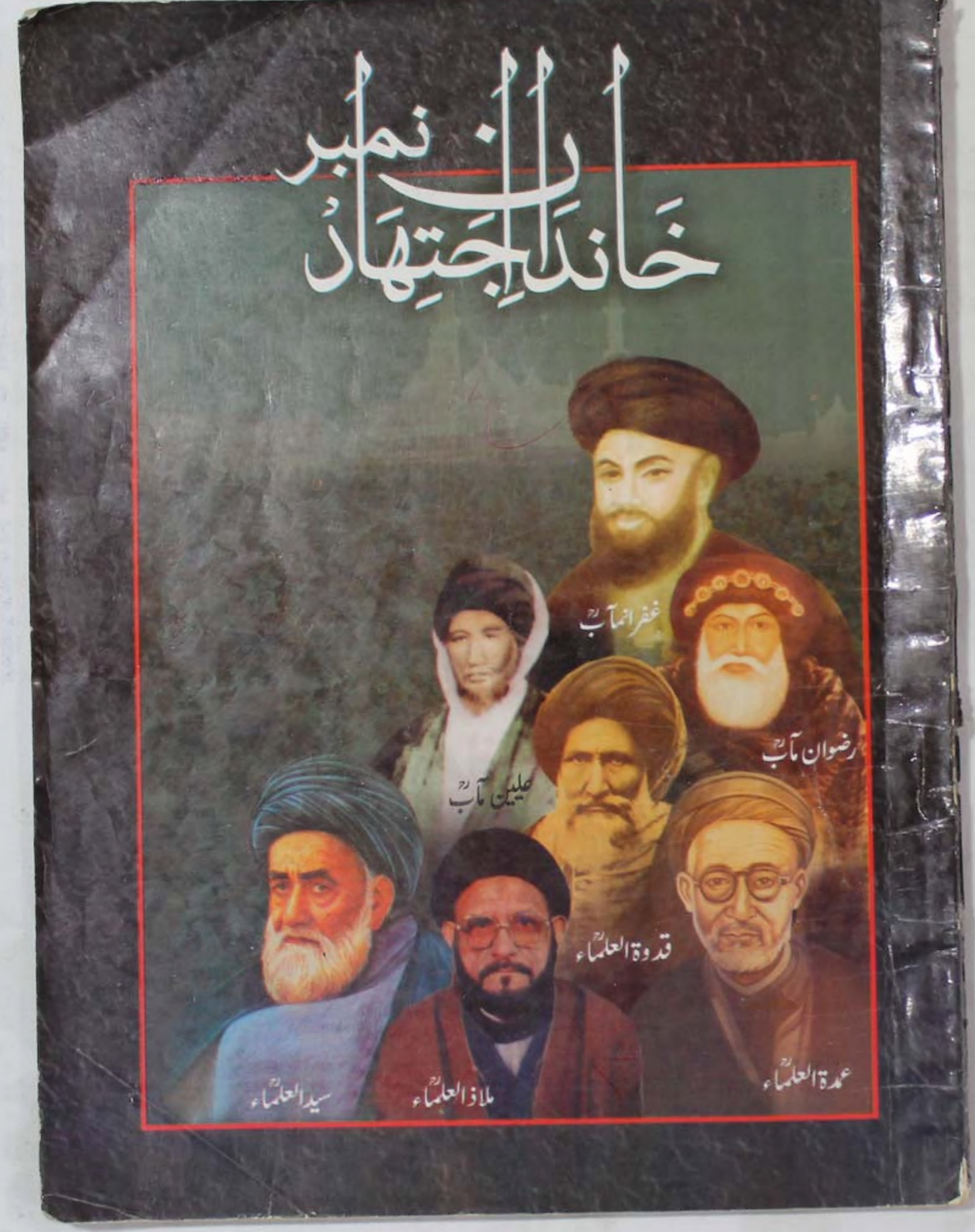

جناب کلب حسین صاحب مجھلے سلمہٗ اور کلب نقی صاحب

کمسن حافظ قرآن مجتبےٰ سلمہٗ
قرآنی معلومات کا مظاہرہ کرتے ہوئے

کلب جواد صاحب اور وزیر ریلوے ایران

تقسیم کلب عابد اوارڈ کا منظر

جلسہ تحفظ اوقاف کو خطاب کرتے ہوئے

مومنین لکھنؤ کا تحفظ اوقاف کے سلسلہ میں
احتجاج کرتے ہوئے۔

جشن عید الفطر اور یوم اتحاد کے موقع پر
ڈاکٹر کلب صادق صاحب خطاب کرتے ہوئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بظل حمایت سرکار حجتہ العصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ

بیادِ آقائے شریعت مولانا کلب عابد صاحب طاب ثراہ

اکتوبر ۲۰۰۲ء — ۱۴۲۳ھ

عظیم مجالس اور سولھویں دیسہ کے موقع پر یادگاری مجلّہ

خاندانِ اجتہاد نمبر

وہ متقی بھی ، مفکر بھی اور مجاہد بھی
سحر مزاج بھی شب زندہ دار عابد بھی
تمام پیچ و خم زندگی کا شاہد بھی
وہ اپنی قوم کے عیب و ہنر کا ناقد بھی

وہ منبروں پہ جو محو بیان ہوتا تھا
اک آسمان تہہ آسمان ہوتا تھا

وہ اپنے وصف میں یکتا وہ اپنی شان میں فرد
جہالتوں سے ہمیشہ رہا وہ محو نبرد
وہ آبِ حرف سے کر دیتا تھا ہر آگ کو سرد
خوشی میں سب کی شریک اور سب کا شامل درد

فلاح و جہدِ مسلسل کا استعارہ تھا
وہ ایک شخص نہیں مستقل ادارہ تھا

وہ ترجمان شریعت ، وہ شانِ نطق و قلم
خطیب شام غریباں ، نقیب صبح غم
ہمیشہ رکھتا تھا اشکِ عزا سے آنکھیں نم
لب اس کے شاخ ، زباں پھول ، گفتگو شبنم

وہ چپ ہے اور اثراتِ بیان باقی ہیں
سماعتوں پہ ابھی تک نشان باقی ہیں
عباس رضا نیر

: ناشر

آقائے شریعت میموریل سوسائٹی ۳۷ ۔ جوہری محلہ لکھنؤ ۔ ۳

فہرست مضامین

		صفحہ
۱۔	اداریہ	
۲۔	آقاالسید دلدار علی غفران مآب علیہ الرحمۃ سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی	۵
۳۔	حدیث قدسی (مسدس) امتیاز الشعراء قدسیؔ جائسی مرحوم	۱۷
۴۔	سلطان العلماءؒ وسید العلماءؒ مرزا دبیر کی نظر میں عازم حسین عزمؔ	۲۰
۵۔	مرجع اعظم آیت اللہ میر آغا صاحبؒ فاضل نبیل چودھری سبط محمد نقوی صاحب	۲۳
۶۔	فقیہ اہلبیتؑ جناب میر آغا صاحبؒ سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی	۲۶
۷۔	قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحبؒ سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی	۳۰
۸۔	مولانا سید علی غضنفر اجتہادی صاحب چودھری سبط محمد نقوی صاحب	۴۳
۹۔	اردو کا ائمی مرثیہ گو..... چھنگا صاحب حسینؔ سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی	۴۵
۱۰۔	انتخاب کلام ذاکر شام غریباں مولانا سید کلب حسین اخترؔ	۵۳
۱۱۔	سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی مجتہدؒ ڈاکٹر نیرؔ مسعود صاحب	۵۴
۱۲۔	مجلس شام غریباں کا آغاز وارتقاء عازم حسین عزمؔ	۹۰
۱۳۔	مولانا سید حسن صاحب طاب ثراہ کا مختصر تعارف عازم حسین عزمؔ	۷۳

☆☆☆

اداریہ

بندۂ ناچیز بہرائچ میں دین اور علم دین کی خدمت میں مشغول تھا کہ عزیز محترم مولانا سید حسین کمال الدین اکبر صاحب جاویدؔ جائسی پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی کی تحریک پر معین الشریعۃ مولانا سید کلب جواد صاحب قبلہ کی سرپرستی میں نکلنے والے ماہنامے کی ادارت کے لئے لکھنؤ حاضر ہوا۔

مجلّہ کا معاملہ تو ابھی ضابطے کے مراحل طے کر رہا ہے لیکن بندہ کا وقت کارآمد رہا کہ سرکار صفوۃ العلماء آقائے شریعت الحاج مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب کی یاد میں برپا ہونے والی عظیم مجالس کے موقع پر نکلنے والے سووینیر کی ترتیب وتدوین کا موقع ملا۔

ماقبل کے سووینیروں میں علمائے خاندان اجتہاد کا ذکر خیر ہوا ہے۔ سال گذشتہ کے سووینیر میں تو خاص طور سے علماء خانوادہ پر مضامین شامل ہوئے ہیں۔ اس سال بندۂ ناچیز کی سعی یہ رہی ہے کہ ان حضرات علماء کو یاد کیا جائے کہ جن کے دینی، علمی اور سماجی خدمات کا وزن کافی ہے لیکن ان کے بارے میں جو کچھ چھپا ہے وہ یقیناً ناکافی ہے اس لئے راقم نے جناب عماد العلماء سید مصطفیٰ میر آغا صاحبؒ علیین مآب اور جناب قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحبؒ کے احوال شریف پر زیادہ توجہ دی ہے۔ میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ کی نظر ہنر پرور پر منحصر ہے۔ آپ نے رہنمائی کی تو علماء واکابر خانوادۂ اجتہاد پر حقیر کا قلم اپنی خدمتیں پیش کرتا رہے گا۔

معین الشریعۃ مدظلہ نے تدوین واشاعت وطباعت کے فرائض بندے پر اور برادر مکرم مولوی سید عازم حسین عزمؔ سیتھلی جو اس سال عظیم مجالس کے کنوینر ہیں اور جنکی تحریریں بھی نمبر کی زینت ہیں کے سپرد کیا۔

فاضل نبیل چودھری سید سبط محمد نقوی صاحب احوال خانوادہ کے اچھے عارف ہیں اور اس تدوین میں نہ صرف موصوف کے مشورے بلکہ علیین مآب اور مولوی سید علی غضنفر صاحب مرحوم ومبرور پر انکی دو تحریریں بھی شامل ہیں۔

آپ اس سووینیر کے ملاحظے کی زحمت اٹھا رہے ہیں یہ آپ کا کرم ہے۔ بالائے کرم یہ ہوگا کہ آپ اپنے مفید مشوروں سے میری مدد کریں تا کہ انکی روشنی میں آگے کی جادہ پیمائی ہو سکے۔

اپنا فریضہ ہے کہ شاداب حسین حرّی العابدی صاحب کے علاوہ جن کرم فرماؤں نے اشتہارات یا دیگر طریقوں سے اس راہ کی دشواریاں دور کیں انکا بھی شکریہ ادا کیا جائے۔ اسکے لیے راقم حقیر اور جناب عازم حسین صاحب کا شکریہ عرض کیا جاتا ہے۔

خادم علماء وادباء
سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی
۳۹۔ کلب عابد پلازہ، جوہری محلہ، لکھنؤ۔۳

تاریخ ۶/۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء

"شرف میرا رہے گا کب تک"

ڈیڑھ سو سال سے یکساں ثمر افشاں ہے یہ باغ
بزم و ساقی تو بدلتے رہے بدلا نہ ایاغ
نہ دبے اپنے پرایوں سے کبھی اپنے دماغ
روشنی لیتے رہے میرے چراغوں سے چراغ
یہ بھی کہدوں کہ شرف میرا رہے گا کب تک
آئے آوازِ "بلافصل" اذاں میں جب تک

خطیب اکبر لسان الشعراء
مولانا سید اولاد حسین نقوی شاعر مرحوم

مجدد الدین ومروج الشرع المتین سید المتکلمین فخر المجتہدین علامۃ المتاخرین استاذ الکل فی الکل آیۃ اللہ العظمیٰ

آقا السید دلدار علی المعروف بہ غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ

.....سید مصطفےٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی

سلسلۂ نسب شریف: مولانا السید دلدار علی غفران مآبؒ بن سید محمد معین (متوفی ۱۱۹۱ھ) بن سید عبدالہادی بن سید ابراہیم بن سید طالب بن سید مصطفیٰ بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید جلال الدین بن سید ذکریا جائسی (فاتح دوم نصیر آباد) بن سید خضر (اکثر تذکروں میں خضر کو جعفر لکھ دیا گیا ہے) بن سید تاج الدین بن قاضی سید نصیر الدین جائسی (فاتح اول نصیر آباد) بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن اشرف الملک سید شرف الدین والی جائس متوفی ۴۲۴ھ بن نواب نجم الملک علامہ سید نجم الدین سبزواری (فاتح جائس متوفی ۱۰۲۷ء) بن سید علی بن سید ابوعلی بن سید ابویعلی محمد (کچھ تحریروں کے مطابق ابوالعلی محمد) بن سید ابوطالب حمزہ بن سید محمد بن سید طاہر بن سید جعفر بن امام دہم حضرت علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

توصیف اسلاف غفران مآبؒ، علامہ شاہ حسین میرزا صفوی طوسی کے قلم حقیقت رقم سے

وصف آں حامی دیں ہر چہ قلم کرد رقم
ذرۂ ہست ز بسیار عسیر الاتمام
مقصد اصلی کلک است بیان نسبش
بود او ابن محمد کہ معین بود بنام
بود آں صاحب نجدت بن عبدالہادی
باد بر تربت او رحمت خلاق انام
بود آں پور صد افضال بن ابراہیم
آنکہ مانند خلیل است جری اکرام
بود آں نخل سیادت بن سید طالب
کو بلا شبہ و شک طالب حق بود مدام
بود آں صفوۂ امجاد زماں ابن امیر
مصطفیٰ خامس آبائے جناب قمقام
بود آں گوہر یکتا بن سید محمود
آنکہ باحمد خدا داشت شب و روز مقام
بود آں زبدۂ سادات بن ابراہیم
صاحب خلت خلاق براو الف سلام
گوش کن او خلف میر جمال الدین بود
می کند اسم شریفش زجلالش اعلام
بود سید زکریا شرف اہل جہاں
باد فردوس بریں منزل و ماواش مقام

جد عاشر خضر است آنکہ بروز محشر
آب حیواں خورد از چشمۂ کوثر صد جام
افسر اہل سعادات کہ تاج الدین بود
بود او راس و رئیس ہمہ خویش و اقوام
بعد ازاں سرور ذیجاہ نصیرالدین بود
گشت موسوم بوے قریۂ سادات نجام
والد سید مزبور علیم الدین بود
آنکہ نامش زحل باج ستاند ہر گام
میر سید علم الدین زنامش پیداست
فضل آں نکرمت آغاز و سعادت انجام
میر سید شریف الدین کہ در بحر شرف
بود بر تربت او باد زحق الف سلام
بود او ابن سعید دو جہاں نجم الدین
مہر پرنور سماوات فیوض و انعام
میر سید علی آں تاج سر مجدو علی
بود ہمنام وزیر شہ معراج مقام
بو علی بودزآباء کرام سید
معدن حکمت ایمان و فنون اسلام
بس محمد کہ بدلال و ابو یعلی داشت
نزد نسابہ سادات غرر شہرۂ عام
بستم حمزہ مکنّی بہ ابو طالب بود
مثل ہمنام خودش بود شجاع و مقدام
واضح بود محمد کہ مدحتش نتواں
کرد احصا بطوامیرو کراریس عظام
بود طاہرزمعائب بمحاسن مملو
میر طاہر قمر برج تقی چوں درام
بود پس جعفر تواب کہ حالش اشبہ
بود با اخوۃ یوسف سندش خط امام
بود تواب ز اولاد امام عاشر
کہ علی نام نقی بود لقب وجہ تمام

''تذکرہ العلماء'' میں علامہ السید مہدی ابن نجف علی الحسینی الرضوی غفرانمآب کا شجرۂ نسب پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''سائیر اجداد امجاد آنجناب کہ مذکور شدند ارباب شرف ومنزلت وریاست بودہ اند''۔

مولانا سید محمد باقر شمس (صاحب تاریخ لکھنؤ)

تحریر فرماتے ہیں کہ ''بنی ہاشم خصوصاً خاندان رسالت ہمیشہ علم اور شجاعت دو جوہروں کا مالک تھا اور یہ دونوں جوہر آہنگ قدرتی وراثت کے طور پر ہمیشہ منتقل ہوتے رہے، بیشک ان کے ظہور کے موقعے مختلف تھے جب تقیہ کی گھٹائیں چھائیں، زبان اور قلم پر پہرے بیٹھے تو علم سینوں کے اندر چراغ زیر داماں کی صورت مخفی رہا اور سپاہیانہ زندگی کے پردے میں شجاعت نے اپنے جوہر دکھلائے لیکن جب امن وامان کا آفتاب نکلا اور تقیہ کا پردہ ہٹا تو وہ علمی جوہر جو تغافل زمانہ کے ہاتھوں قوت واستعداد کے پردہ میں پنہاں تھا فعلیت کے معرض میں آیا اور پھر وہ جلوہ گری دکھلائی کہ عالم بھر کی نظریں خیرہ ہوگئیں۔

نقوی سادات کے اس مقتدر خاندان کی تاریخ دو دوروں میں منقسم ہے، خلافتِ عباسیہ کا وسطی زمانہ اور غیبت صغریٰ کے بعد غیبت کبریٰ کا ابتدائی عہد، سادات کی مخالفت میں ظلم وستم کے سمندر کی کوہ پیکر لہریں، جبر واستبداد کی گھٹائیں امڈی ہوئی آپس میں، سادات کا بیڑا اور وہ بھی بے ناخدا، اس عالم میں مظلوم سادات کے لئے علمی مظاہروں کا کیا امکان تھا؟''

امام علی نقی علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد پر سامرہ کی زمین تنگ ہوگئی تھی، جعفر کے بعد طاہر اور پھر محمد نے کسی نہ کسی طرح اپنی وضع کو نباہا اور اس سرزمین سے جدا نہ ہوئے لیکن ۲۱ رمضان ۲۹۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور ابوطالب حمزہ کو سامرہ چھوڑ کر ایران جانا پڑا جہاں انہوں نے ۲ ربیع الاول ۳۱۰ھ شیراز میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے بیٹے سید ابویعلی محمد (بقولے وتحریرے سید

ابوالعلی محمد) نے سبزوار میں جاکر قیام کیا اور وہیں ۲۵ صفر ۳۳۰ھ میں پیوند خاک ہوئے اس کے بعد سے یہ شجرۂ طیبہ سبزوار ایسے دارالایمان میں پھلتا پھولتا رہا یہاں تک کہ کئی طبقے نسل کے وہیں پیدا ہوئے جن میں سے اکثر صاحبان علم دین گزرے ہیں۔

فقیہ عصر نواب نجم الملک سید نجم الدین سبزواری ''فاتح جائس''

صاحب تذکرہ العلماء تحریر فرماتے ہیں کہ سید نجم الدین سبزواری منسوب بہ بلدۂ سبزوار کی اشہر بلاد امامیہ است از امراء سلاطین غزنویہ بود وبعزم نصرت سید سالار مسعود غازی بہ ہندوستان آمدہ قلعہ اودیانگر را مسخر فرمودو آن موسوم بہ جائے عیش شد کہ الحال جائس گویند''

صاحب ''تذکرۃ السادات'' نے نواب نجم الملک کو ''یکے از اتقیاء زمانہ بودند'' لکھا ہے۔

جناب شمس صاحب رقمطراز ہیں کہ ''سید نجم الدین سبزواری اپنے زمانہ کے علامۂ روزگار، فقیہ اور ساری رات مصروف عبادت رہنے والے متقی اور مشہور آفاق نبرد آزما، شجاع وبہادر تھے کہ ان کی نظیر چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھی۔ سالار مسعود غازی کی نصرت ومدد کے سلسلے میں سبزوار چھوڑ کر ہندوستان آئے اور بتاریخ ۱۷ رجب المرجب ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۷ء قلعہ ودّیا نگر کو مسخر کرکے اس کا نام جائے عیش رکھا جو کثرت استعمال سے جائس مشہور ہوگیا اس وقت سے یہ قصبہ سادات نقویہ کا مسکن ہوا۔''

سید نجم الدین کا سلسلۂ مجاہدات فتح جائس کے بعد بھی قائم رہا آپ نے اپنی فتوحات سے ظلمت کدۂ ہند میں جابجا توحید کے چراغ روشن کئے یہاں تک کہ اسی ۴۲۰ھ کے اواخر میں مشہور شہر بنارس میں عین جنگ کی حالت میں شہید ہوئے۔ قبر اسوقت بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ان کے بیٹے اشرف الملک سید شرف الدین بہادر باپ کی آغوش کے تربیت یافتہ خود بھی ایک شجاع اور باہمت شخص تھے۔ فتح جائس کے بعد وہاں کی حکومت بھی باپ کی جانب سے انہیں کے نامزد ہوئی لیکن افسوس عمر نے وفا نہ کی اور باپ کے بعد صرف پانچ سال زندہ رہ کر ۴۲۵ھ مطابق ۱۰۳۲ء میں وفات پائی۔ ان کی اولاد نے بھی اپنے بزرگوں کے طرز عمل کے مطابق سپاہیانہ زندگی بسر کی اور ایک عرصہ تک جائس ہی اس خاندان شرف ونجابت کا مرکز رہا۔''

دارالعلماء ''جائس''

منشی تصدق حسین صدق جائسی تلمیذ جلیل مانکپوری اپنے مسدس ''تاریخ جائس'' میں فرماتے ہیں

منبع فضل و کمال اے جائس اے دارالعلوم
ہے ترے افراد کی دنیا کے ہر گوشے میں دھوم
کیوں نہ ہو مشہور تو ہندوستان سے تابہ روم
کم نہیں یونان کے خطے سے تیری مرزبوم
دیکھ کر تاریخ اور سن سن کے افسانے ترے
ہیں ہزاروں اہلِ دل نادیدہ دیوانے ترے

تیری آبادی میں ہے لطف بہار بے خزاں
تیرے نظارے سے حاصل تازگی جسم و جاں
ہے سوادِ شہر تیرا رشکِ باغ جناں
چشمۂ کوثر سے شیریں تر ترا کھاری کنواں
وجہ تسمیہ تری سنتا ہوں سب سے جیش ہے
میں یہ کہتا ہوں کہ تو دراصل جائے عیش ہے

ہیں محلے تیرے یا بارہ بروجِ آسماں
تیری گلیاں ہیں کہ نکلی ہے زمیں پر کہکشاں
روشنی مہر تیرے ذرے ذرے سے عیاں
سربلند اشجار پر ہوتا ہے طوبیٰ کا گماں
پردۂ دنیا میں ممکن ہی نہیں تیرا جواب
تیرے باشندے بھی لاثانی ہیں تو بھی لاجواب

ہیں ترے بارہ محلے خلق میں بارہ امام
ہے اسی نسبت کی باعث تو جہاں میں نیک نام
دو محلوں میں ترے آباد ساداتِ کرام
دس رہے ان میں مشائخ اور بعد ان کے عوام
یوں تو ہیں سارے محلے ایک سے اک پُر بہار
ہے مگر ان سب سے بہتر منظر غوری سوار

فتح پٹا کپور:۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط میں سید نصیرالدین جائسی نے قصبہ پٹاک پور کو جو جائس سے تھوڑے فاصلہ پر تھا فتح کرلیا اسی زمانے میں ایک مسجد بھی وہاں بنوائی گئی جس کا مادۂ تاریخ ''مقام ابراہیم'' ہے اس سے ۴۴۰ھ نکلتا ہے۔ جب ۱۲۶۶ھ میں اس مسجد کی ازسرِنو تعمیر ہوئی تو ''صل خدا'' بڑھا کے مصراع تاریخ ''صل حذا مقام ابراھیم'' پورا کیا گیا جس کے عدد ۱۲۶۶ ہوتے ہیں۔

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ قصبۂ مذکور پر سید نصیرالدین کا قبضہ کب تک رہا اور ان کی زندگی ہی میں یا بعد میں کیوں کر اٹھ گیا (آپ کی قبر مسجد منارہ جائس میں ہے)

فتح نصیر آباد: سید ذکریا نے شیر شاہ سوری کے زمانہ میں پٹاک پور پر دوبارہ حملہ کیا رائے پرتاپ سنگھ یہاں کا ظالم و جابر راجہ تھا اس نے نکل کر مقابلہ کیا فیصلہ کن جنگ ہوئی آخرکار رائے پرتاپ شکست کھا کر بھاگا۔ اپنا تسلط کرکے وہیں قیام کرلیا اور اپنے دادا سید نصیرالدین کے حملے کی یادگار میں اس کا نام نصیر آباد رکھا جو غفرانمآبؒ کا مولد ہے۔

جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست خوردہ ہوکر ایران چلا گیا تو کچھ دنوں بعد جائس میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہمایوں پھر آرہا ہے پرچہ نویس کے ذریعہ سے یہ خبر شیر شاہی دربار تک پہونچی تو جائس معرضِ عتاب میں آیا اور اس کے کھود ڈالنے کا حکم ہوا یہ خبر سن کے اہل جائس منگرا کے بن میں جو جائس سے کچھ فاصلے پر تھا قیام پذیر ہوئے۔ اسی زمانے میں نصیر آباد پر بھی عتاب سلطانی ہوا یہ لوگ نصیر آباد سے قریب کٹرا ڈیہہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ سلیم شاہ سوری کے زمانے میں آباد ہونے کا حکم ملا تو سب اپنے اپنے وطنوں میں واپس آئے لیکن مشہور ''پدماوت'' کے مصنف ابوالفضل مہا کوی ملک محمد جائسی کو منگرا کا جنگل اس قدر پسند آیا کہ اس کو عبادت کے لئے منتخب کرلیا اور وہیں عہد اکبری میں عالم فانی سے کوچ کیا۔

اس تمام عرصہ میں علمی کمالات کا جوہر اس خاندان میں گویا نذر تغافل تھا اور شجاعت ہی اپنے کامیاب ترین مظاہرے پیش کررہی تھی البتہ اگر کسی کو موقعہ مل گیا تو اس نے اپنا علمی جوہر بھی دکھا دیا چند ایسے حضرات بھی پیدا ہوئے جن کا علمی جاہ و منصب بھی ذکر کے قابل ہے۔ ان میں پہلا نام علامہ مولوی سید عبدالقادر کا ہے جو ۱۱۲۱ھ میں بہادر شاہ اول کے استاد تھے اور آخر میں شاہزادہ مرزا معظم کی تعلیم بھی انھیں کے سپرد ہوئی تھی انہیں کی تعلیم کا اثر تھا جو بعد میں بہادر شاہ کے اعلان تشیع کی صورت میں ظاہر ہوا جس کا ذکر تاریخ کے صفحات پر آج بھی موجود ہے۔ ان کو بارگاہ سلطانی میں اتنا تقرب حاصل ہوا تھا کہ سات لاکھ سالانہ کی جاگیر عطا ہوئی جس میں تحصیل سلون، رائے بریلی اور ڈلمئو شامل تھی۔

قاضی سید بڑے اولاد نجم الدین میں پہلے شخص تھے جو عہد اکبری سے پہلے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے پھر مولانا سید حسین (تاج بخش) عظیم منصب پر فائز ہوئے ان کے بعد سید پیارہ حسینی اکبری حکومت کی طرف سے جاگیردار (اور صوبیدار علاقۂ الہ آباد) ہوئے اور جائس میں عزائے امام حسین علیہ السلام کو کافی فروغ دیا۔ اسی خاندان کی ایک شاخ ملا سید عصمت اللہ صدر الصدور دہلی ہوئے لیکن حالت تقیہ میں بسر کرنے کی وجہ سے دینی خدمتوں سے قاصر رہے ان کے بعد ان کے پوتے سید نعمت اللہ قاضی القضاۃ کے درجہ پر فائز ہوئے پھر ان کے بیٹے سید قربان علی عہدۂ قضا پر مامور ہوئے ایسے ہی سید عبدالکریم

پنجہزاری منصب پر فائز ہوئے۔

سید محمد امین، سید رضا علی، سید نصیرالدین حسین، سید خیرالدین حسین، سید عادل حسین، سید علی رضا بھی اسی خاندان کے افراد تھے جن سے منصب قضا کو افتخار حاصل ہوا۔

مسلمانوں میں پہلا ریفارمر جو انگلستان گیا۔ ''سر سید عبداللہ لندنی'' اسی خاندان کی ایک فرد تھے جو واجد علی شاہ کے زمانہ میں کیمبرج یونیورسٹی میں السنۂ مشرقیہ کے پروفیسر تھے۔

آمدم برسر مطلب

جناب شمس فرماتے ہیں کہ ''دنیائے اسلام کا وہ زبردست فلسفی، مذہب حقہ کا وہ سربلند متکلم، ملت جعفریہ کا وہ بے نظیر فقیہ، مذہب شیعہ کا وہ کامیاب مجدد جس کے سامنے تمام علمائے سلف سرنگوں، تمام فلاسفہ حلقہ بگوش، تمام منطقی خوشہ چین، تمام متکلمین خوان کرم سے فیضیاب، تمام فقیہ شاگرد، وہ بے نظیر استاد جس پر شریعت اسلامیہ کو ناز'' ہاں وہی جسے غفران مآب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صاحب برق طور یعنی نقدِ تجلیات رقم فرماتے ہیں کہ ''آیئے میں آپ کو زمانہ حال سے صرف ایک صدی پہلے اس بحر علم کا منظر دکھاؤں جو نصیر آباد کے مختصر قصبہ سے جوش کھا کر نکلا اور بڑے بڑے بحر و بر کے میدان طے کرتا ہوا باب مدینۃ العلم پر جبہ سائی کرکے علمی موتی معدن درنجف سے لیکر پلٹا اور وہ وہی باہمت بشر تھا جس کا نام سید دلدار علی جو رحلت کے بعد غفران مآب کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہی وہ معدن علم و ایمان تھا جس نے ہندوستان کے جہل کو علم اور کفر کو اسلام اور نفاق کو ایمان سے بدل دیا اور آج اپنے حسینیہ کے ایک گوشے میں ہدایت کا تاج پہنے ہوئے جنت کی سرد ہواؤں میں آرام کررہا ہے لیکن جس طرح برستا ہوا بادل جب گزرتا ہے اپنا پانی ہر اس ظرف میں چھوڑتا جاتا ہے جس نے اپنی آغوش فیض پانی کے واسطے کھول دی ہو اسی طرح یہ ابر کرم اہل ہند کے خشک چشموں کو باران علم سے سیر کرتا ہوا گزر گیا اور وہ چشمے اس سحاب حکمت کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد بھی موجزن رہے اور اپنے منبع کرم کی طرح خود بھی بڑھتے بڑھتے سمندروں کی طرح کشادہ دامن ہوئے۔ میرے اس بیان کو سمجھنے کے واسطے آپ کو ان تاریخوں پر نظر کرنا ناگزیر ہے جن میں حق پسند اور منصف مزاج اہل قلم نے خاندان اجتہاد کے علماء اور شاگردوں کی فہرست درج کی ہے اور ان کے مدارج علمی بیان کرکے ان موج خیز سمندروں کی تصویر دکھائی ہے۔

جناب غفرانمآب رحمۃ اللہ علیہ نے جس علم کے ایک ایک قطرہ کو مختلف سمندروں سے چھان کر اپنے سینے میں جمع کیا تھا اس کا نہ رکنے والا زور ابناء صلبی اور اولاد علمی غرض بیشمار دلوں سے زبان اور قلم تک آ کے نمایاں ہوئے بغیر نہ رہا۔

مجھے انصاف پسند ناظرین کے سامنے یہ کہنے میں کچھ بھی جھجھک نہیں ہوتی کہ اس وقت جسقدر بھی علم ضیابار ہے اس میں بہت زیادہ حصہ اس تعلیم کا ہے جو غفرانمآب و اولاد غفرانمآب یا اس خاندان کے بالواسطہ اور بلا واسطہ شاگردوں نے پہونچائی''۔

مولد و منشاء غفرانمآب

حضرت غفرانمآبؒ کا مسقط الراس نصیر آباد ہے جو شرفائے سادات کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جسے دارالاجتھاد کہتے ہیں۔

سید الایام جمعہ کی وہ مسعود رات تھی، ۱۱۶۶ھ کا وہ مبارک سال تھا جس میں اس کامران و فتحمند خاندان میں سید دلدار علی کی ولادت ہوئی۔

صاحب تذکرۃ العلماء لکھتے ہیں ''از بعض افاضل ثقات بسمع رسید کہ یکے از اکابر مومنین از سکنۂ نصیر آباد کہ دراں زماں و مکان ولادت آنجناب حاضر بود

می گفت کہ آنجناب درشب جمعہ متولد شد در آن وقت دیدم کہ نورے دراں مکان ساطع بود۔''

تحصیل علوم:

ثقات راوی ہیں کہ ایک روز آپ اپنے کھیت پر مویشی لئے معروف کار تھے کہ صدا آئی ولدار علی تحصیل علم کیلئے نکلو والدین جب اس غیبی حکم سے مطلع ہوئے تو انہوں نے اسباب تعلیم فراہم کرنا شروع کردیئے۔ ابتدا میں ہر روز نصیر آباد سے جائس پڑھنے کے لئے جاتے تھے کچھ دنوں بعد اپنے ننھیال (جائس) ہی میں رہ کر کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کی۔ شوق تحصیل نے ایک دن آپ کو نصیر آباد جائس چھوڑنے پر آمادہ کیا اب آپ غربت وسفر غربت کی مصیبتیں برداشت کر کے ہندوستان کے متبحر علماء سے تحصیل علوم عقلیہ میں معروف ہو گئے۔

تذکروں میں ہے کہ مولوی باب اللہ سے رائے بریلی میں مولوی حیدر علی ابن ملا حمد اللہ (شارح سلم العلوم) سے سندیلہ میں سید غلام حسین دکنی سے الہ آباد میں تعلیم حاصل کی اسکے بعد فیض آباد، لکھنؤ اور دیگر مقامات پر ذوق تحصیل میں پھرتے رہے۔

مولانا اس نوعمری میں ذہانت وذکاوت کے اس درجہ پر تھے کہ اکثر اپنے اساتذہ کے الجھے ہوئے مطالب کو ایسا سلجھا دیتے کہ طلبہ مطمئن ہوجاتے تھے۔

آخر کار انہوں نے اپنے دور رس دماغ سے طے کر لیا کہ اب ان کی علمی پیاس بجھانے کے لئے ہند کی زمین بے آب ہے۔ شوق کا خلوص اور تکمیل علم کی بیتابی دیکھو، عہد آصفی میں نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان صاحب نے سید کی آواز پر لبیک کہا، علم پرستی اسے کہتے ہیں انہیں محسوس ہوا کہ ہندوستان میں ابتک فقہ جعفری کا ماہر ایسا نہیں ہوا جو مجتہد (جامع الشرائط) کہا جائے۔ حکومت اودھ کے تعاون سے آپ نے عراق وحجاز کا قصد کیا۔ بیرون ہند کا سفر مہینوں کی صبر آزما مدت کے بعد ختم ہو کر فقہ واصول کی اعلیٰ تعلیم شروع ہوئی اور یہ مبارک سلسلہ مختلف اساتذہ کے درس خارج میں شرکت کرتے ہوئے مدت تک جاری رہا اور نواب اپنی تن آسانیاں چھوڑ کر زحمت انتظار برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ مولانا نے مشہد مقدس کے اساتذہ سے بھی فیض حاصل کیا اور ایک نہایت وسیع قطعۂ ارض کی سیاحت کر ڈالی۔ تعلیم عراق کا وہ واقعہ بھی اہم ترین ابواب زندگانی میں ہے کہ آپ نے اپنی اولاد میں تاظہور قائم آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تحت قبہ دعا کی اور یہ جذبۂ تعلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے حاصل ہوا تھا، شرف علم اپنی ذریت میں پہونچانا مطلوب تھا اوقات استجابت اور اسباب قبولیت جمع تھے۔ عالم اور مسافر کی دعا، شب قدر کی خاص ساعت، روضۂ امام معصوم، ناممکن تھا مراد پوری نہ ہو'' (ماخوذ از سوانح حضرت غفرانمآب)

اس حقیقت کو علامہ غلام حسنین کنتوری مرحوم نے انتصار الاسلام جلد سوم صفحہ ۱۳۶ طبع ۱۹۱۷ء میں بڑے بسط کیساتھ بیان کر کے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ صدہا علماء مجتہدین روضہ کی مجاورت میں یہ سعادت کیوں نہیں حاصل کر سکے غفرانمآب میں کیا امتیاز تھا جو انہیں یہ شرف حاصل ہوا اور اوروں کو نہ ہوا۔

اساتذۂ عظام

۱۔ آیۃ اللہ آقا السید علی بن محمد الحسینی الطباطبائی عطر اللہ مضجعہٗ (صاحب ریاض المسائل المتوفی ۱۲۲۷ھ)

۲۔ عالم علوم ربانی آقا السید محمد مہدی بن ابی القاسم الموسوی الشہرستانی

۳۔ مجدد فقہ واصول زعیم اکبر علامہ آقا السید محمد باقر بہبہانی طیب اللہ رمسہٗ (المتوفی ۱۲۰۶ھ)

۴۔ بحر العلوم آقا السید محمد مہدی الطباطبائی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۲۷ھ)

۵۔ شہید رابع حضرت آقا السید مہدی بن سید ہدایت اللہ الاصفہانی طاب ثراہ،

مراجعت: علوم عقلی ونقلی کی اعلیٰ دستگاہ کے بعد مع اجازات اجتہاد ہندوستان واپس ہوئے اور اپنے وطن مالوف نصیر آباد میں قیام کیا جہاں باغات کی تیاری اور مکانات کی تعمیر کا کام انجام دیا۔ جب آپ کا رابطہ ریاست اودھ سے قائم ہو چکا تو تعمیرات کا دور شروع ہوا جسکی متعدد یادگاروں میں نصیر آباد کی مسجد بھی ہے جسکی تاریخ ذاکر سید الشہداء علیہ التحیۃ والثنا ملا محمد شوستری المتخلص عطا نے کہی۔

امام حجۂ اسلام در مناہج حق
امین مخزن اسرار ملت بیضا
کہ علم عقلی و نقلی بجنب دانش او
مثال قطرہ بود در مقابل دریا
زبوستان سیادت گل ہمیشہ بہار
زحسن خلق بہشتی برائے خلق خدا
باسم اعظم نامش نبی رسد نامے
کہ نام اوست علی و علی بود اعلا
چو جد خود اسداللہ در مقابل خصم
نرفتہ است زدلدارلیش قدم از جا
بہ ارث منصب معماری از خلیلش بود
ازاں بموطن خود کعبۂ نہادہ بنا
شبیہ عرش بود مسجد نصیر آباد
کہ سنگ صفہ اش آئینہ است عرش نما
تبارک اللہ ازیں مسجدے کہ تاریخش
نوشتہ کلک قضا ۔ مسجد خجستہ بنا
۱۲۲۸ھ

غفران مآب کی لکھنؤ میں آمد اور شہر واکناف شہر کے اس وقت کے حالات

نواب آصف الدولہ کی خواہش اور نواب حسن رضا خاں کی استدعا پر نصیر آباد سے آکر لکھنؤ میں مولانا نے مستقل قیام کیا۔ حکومت کی طرف سے شہر کے قدیم علاقہ فرنگی محل سے متصل ناف شہر میں جگہ ملی جو اس وقت جوہری محلہ کے نام سے مشہور ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جو پہلا بندوبست ہوا اس کے قدیم کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسرہ میں کینگ اسٹریٹ تک آراضی پر مولوی ولدار علی صاحب لکھا ہوا ہے چنانچہ حسینیہ غفرانمآب اس زمین پر واقع ہے (سوانح غفرانمآب)

فرنگی محل کے ہمسایہ قرار دینے میں عذر نہ ہونا آپ کے اتحاد پرور مزاج کا قوی ثبوت ہے اور وہ اعتدال پسندی ومیانہ روی تھی جس میں آخر تک کچھ تغیر نہیں ہوا۔

لکھنؤ پہونچ کر آپ نے صحیح اسلام کی تبلیغ کی اور جہالت ومادیت کے جو قلعہ مستحکم ہو چکے تھے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ نماز کے بعد موعظے کا سلسلہ شروع کیا۔ بدعات کے خلاف تقریریں اور اخلاق وعادات کی اصلاح پر خطبے دیئے نتیجے میں آصف الدولہ نے بھنگ نوشی کی عادت چھوڑ کر توبہ کی۔

''اخباریت نے فقہی جمود اور تصوف نے اسلامی اقدار میں تعطل پیدا کر رکھا تھا۔ ان کو نشانہ شمشیر قلم وتیز زبان بنایا۔ نتیجہ میں اخباریت کے بے معنی حامی فقہ واصول کا درس لینے لگے۔ تصوف کے پرستار، گیروے لباس میں ملبوس رہنما، شیعہ سنی پیری مریدی، عرس، قوالی، قبروں پر چادریں، پنکھے اور بیرقیں چڑھانے میں حد سے تجاوز کر چکے تھے۔ غفرانمآب نے بھنگ کے چبوترے، احمد کبیر کی گائے، شیخ سدو کا بکرا، بیلے کا مرغ، شیخ فرید کی شیرینی، بابا شکر گنج کا کونڈا، میاں جلال کے کونڈے، بی بی گرج کا روٹ، شاہ مدار کی کندوری، مدار صاحب کی انگھیاں اور سید سالار کی بیرق جیسے رسوم کو ختم کرادیا۔

صاحب تذکرۃ العلماء نے بوقت آمد غفرانمآب لکھنؤ کی حالت یوں تحریر کی ہے کہ ''اگر چہ ایں بلدہ بیشتر دار الجہل بود امابیمن قدوم میمنت لزوم آنجناب الحال دار علم وکمال ومحل سکونت علماء وشیعیان گردیدہ دعوائے ہمسری

بابلاد ایران وخراسان کہ بلادِ شیعیان است دارد''۔
حاجی مرزا فصیح ''نان ونمک'' میں فرماتے ہیں ۔

رہنمائے شاہراہ اقتصاد
نخلبند بوستانِ اجتہاد
ابر رحمت . آفتاب مکرمت
کوکب دری سحاب مکرمت
الشریف الہاشمی المولوی
المجید المتقی المولوی
گلشن شاداب گلزار علی
سید عریف دلدار علی
مالک اقلیم زہد و اتقا
حکمران کشور حلم و حیا
علم سے جسکے عمل توام رہا
دین جسکے زور سے محکم رہا
لکھنؤ اب سبزوار ہند ہے
دمبدم افزوں بہار ہند ہے

لکھنؤ میں مذہب حقہ کو فروغ اور ہند میں پہلی نماز جماعت:

ورثۃ الانبیاء میں علامہ ہندی نے تذکرۃ العلماء وآئینۂ حق نما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''اول نماز ظہرین بطریق شیعہ بجماعت در عہد کرامت مہد نواب آصف الدولہ بہادر روز جمعہ سیزدہم ماہ رجب ۱۲۰۰ھ در قصر نواب حسن رضا خاں مرحوم منعقد شد و بتاریخ بست وہفتم ہمیں ماہ کہ روز مبعث بود نماز جمعہ در لکھنؤ بجماعت منعقد شد بہرحال جناب غفرانمآب مولانا طاب ثراہ در ترویج دین مبین ومذہب ائمہ معصومین صلوٰات اللہ علیہم اجمعین دقیقہ فرو نگذاشتہ''۔

تاریخ عماد السعادت صفحہ ۱۳۷ پر غلام علی بن محمد اکمل خاں، نواب حسن رضا خاں مرحوم اور غفرانمآب کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں ''بانی جمعہ وجماعت در اثنا عشریان در لکھنؤ او بودہ است در ہیچ شہرے از شہر ہائے ہندوستان نماز جمعہ وجماعت در مذہب امامیہ رائج نہ بود بلکہ کسے راگمان ایں ہم نبود کہ در ایران و بلاد عرب نماز جماعت در اثنا عشریاں گزاردہ می شود''

شاہ حسین میرزا صفوی طوسی اپنے طویل منظومہ میں آپ کو ہندوستان کا پہلا امام جمعہ وجماعت قرار دیتے ہیں۔

میر دلدار علی صفوہ اطیاب کرام
رکن ایماں بخدا بود عماد اسلام
عالم با عمل و مجتہد قدس نژاد
بادیٔ مذہب حق نائب معصوم و امام
مجتہد پیش ازو کس نشدہ بود بہ ہند
جمعہ و وعظ و جماعات بادیافت قوام
لکھنؤ مثل صفاہان زفیو ضش گردید
نہج اثنا عشری یافتہ زو رونق تام

مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب ''مطلع انوار'' میں لکھتے ہیں ''مولانا دلدار علی نے نماز جمعہ بدعتوں کے قلع وقمع، درسِ اجتہاد کے قیام میں اولیت کا امتیاز حاصل کیا۔''

سلسلۂ طبقات العلماء میں مولوی مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز ظہرین روز جمعہ تیرہ رجب ۱۲۰۰ھ میں نواب حسن رضا خاں کے مکان پر ہوئی اور حضرت غفرانمآب نے اقتدا کی، ۲۷ رجب کو روز بعثت نماز جمعہ بجماعت ہوئی۔''

''جناب غفرانمآب ہندوستان کی آخری خود مختار اور شاندار حکومت کے ابتدائی دور میں آفتاب بن کر ابھرے۔ ان کے علمی انوار سے آج تک کی تاریخ منور ہے وہ پہلے نامور عالم ہیں جو برصغیر سے تحصیل علوم اجتہاد کیلئے عراق گئے اور مجدد اکبر سید باقر سے کسب فیض کر کے آئے۔''

غفرانمآب کی صد سالہ یادگار پر علامہ کنتوری نے انہیں یوں یاد کیا ''غفرانمآب نے دین کا چراغ تمام انڈیا کے گھر گھر میں روشن کر دیا اور ایسی روشنی جس کو آج ایک مہینہ کم سو برس گزرے روز وفات سے مرحوم غفرانمآب کی مگر آج بھی ہمارے ملک میں ایک ہزار سے زیادہ علماء دین موجود ہیں (کثر اللہ امثالھم) یہ انہیں کی ذات کا فیض ہے۔

خدمات:

۱۔ لکھنؤ میں سب سے پہلے آپ نے لائبریری قائم کی جسکے بعد دوسرے علماء نے کتبخانے قائم کئے جس میں آپ کی مدد شامل رہی۔

۲ ۔تعمیر حسینہ :۔جس سے قوم میں مجلسوں کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہی عزاخانہ غفرانمآب کی آخری آرامگاہ ہے (جہاں ناصر الملت صاحب بوقت مشکلات دعا خوانی کیلئے آتے تھے اور سر مزار جناب غفران مآب مشغول دعا ومناجات ہوتے تھے) اور شیعی دنیا میں شام غریباں کی مجلس اسی ماتمکدہ کی تاریخی یادگار ہے جس سے قوم کا بچہ بچہ واقف ہے۔

۳۔ تعمیر حسینہ نصیر آباد۔

۴۔ مسجدوں کی تعمیر کا سلسلہ جس میں تعمیر مسجد نصیر آباد بھی شامل ہے۔ (جس کا ذکر قبل میں ہو چکا ہے)

۵۔ نواب آصف الدولہ سے تحریک کر کے کربلا میں نہر بنوائی جسے نہر آصفی کہتے ہیں مرزا فصیح فرماتے ہیں کہ

ہم نے نہ سنا تھا یہ سلف سے کبھی ابتک
برسات تو ہو ہند میں سیل آئے نجف تک

۶۔نجف وکربلا ومقامات مقدسہ زر کثیر بھیج کر مدارس وطلاب کی مدد کی۔

۷۔ روضۂ حضرت سید الشہداء روحی فداہ کی تعمیر میں حصہ اور اودھ کے زرومال کی ترسیل یہ وہ پہلا قدم تھا جسکو ان کی اولاد نے اور بڑے پیمانہ پر پہونچایا۔

۸۔ بدعات وتصوف واخباریت کا خاتمہ کیا۔

۹۔ عزائے سید الشہداؑ کو فروغ دیا۔

۱۰۔ خلق خدا کے سیراب ہونے کیلئے جابجا کنویں بنوائے۔

۱۱۔ حکام اور مناصب جلیلہ پر فائز افراد کو پابند دین ومذہب کیا۔

۱۲۔ سنی شیعہ اتحاد کی فضا سازگاری۔

۱۳۔ دشمنان مذہب حقہ کی تحریروں کے سبب اپنے قلم وزبان سے احقاق حق وابطال باطل کا کام انجام دیا۔

وفات حسرت آیات:

۱۸ رجب گذر کر انیسویں شب (۱۲۳۵ھ) کو بعہد فرمانروائے اودھ غازی الدین حیدر بادشاہ یہ چراغ علم وہدایت خاموش ہوگیا اپنے ہی حسینیہ میں جسے وادی السلام ہند کہتے ہیں۔ ۶۹ سال کی عمر میں مدفون ہوئے ان کی وفات پر تمام جماعتیں مرثیہ خواں اور جملہ اسلامی ادارے نوحہ گاہ بنے رہے۔ ہر درسگاہ میں عرصۂ دراز تک صف ماتم بپا رہی اور بیشتر شعراء وادباء کے قلم ودماغ برسوں ان کے تعزیتی اشعار اور مادہائے تاریخ کے لئے وقف رہے۔''

قطعات تاریخ ارتحال پر ملال

۱۔قطعہ تاریخ مصنفۂ علامۃ العلماء مولانا سید احمد علی صاحب محمد آبادی

فقیہ و مجتہد وعالم و مروج دیں
شریف مکۂ علم و کمال وفضل وتقا
ضیائے دیدۂ دروازۂ مدینۂ علم
عزیز مصر سیادت سپہر مجد وعلا
ندید چشم فلک مثل ایں مجدد دیں

که شاهد اند بفضل و بزرگیش اعدا
جمال درخور علم و کمال داشت ازاں
که شد ز روز ازل مہبط فیوض خدا
بآبیاریٔ ارشاد آں سحاب فیوض
دمید در گل ناچیز ہندیش گلہا
رسید چوں شب تاسع عشر زماه رجب
سفر بروضۂ رضواں نمود از دنیا
دریں مصیبت جانکاه شیعیاں یکسر
بسوز سینه نمودند ماتمے برپا
چو ایں مصیبت عظمیٰ در اہل دیں روداد
بدل گذشت که تاریخ آں کنم انشا
سروش غیب ہماں وقت ناگہاں فرمود
ستون دیں بزمیں اوفتاد واویلا
۱۲۳۵ھ

۲۔ قطعہ تاریخ مصنفۂ میر منشی غلام حسین رضوی شائق جائسی مرحوم

ہمہ سید دلدار علی ہادیٔ دیں
که نبد مثلش و ہمتاش زدنیا شده حیف
جگر فرقۂ اثنا عشری چاک بچاک
دل ہر مومن دیندار شده غمکده حیف
بہ جہاں شور قیامت شده کو دامن خویش
بہ ہوائے سفر ملک بقا برزده حیف
پئے تاریخ وفاتش چو کشودم بسوال
لب پر شور بحالے که بدل پر بده حیف
ملکے گفت نمودند بخاکش چونہاں
"مہ تابان ہدایت بکسوف آمده حیف"
۱۲۳۵ھ

۳۔ قطعہ تاریخ مصنفۂ سید محمد اسمٰعیل منیر شکوہ آبادی (ازکلیات منیر)

قبلۂ اہل حدیث و کعبۂ اہل کلام
روح قدسی پیشوائے جن و انساں ہائے ہائے
جامع معقول و منقول اشرف ابرار عصر
اعلم و افقہ پناه اہل ایماں ہائے ہائے
نائب پاک ائمہ بحر زہد و علم و فضل
میر دلدار علی ہادی دوراں ہائے ہائے
اورع واتقی کلیم اوج طور اجتہاد
ہست تصنیفات او بیحدوپایاں ہائے ہائے
نظم کردم مصرع تاریخ رحلت اے منیر
وارث علم پیمبر اوج ایماں ہائے ہائے
۱۲۳۵ھ
دوسری تاریخ میں نے اور موزوں کی منیر
ہائے بدر پاک دیں مہر سپہر اجتہاد
۱۲۳۵ھ

اولاد و بنات غفران مآب

زوجۂ اولیٰ (وطنیہ) سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جنکے نام بترتیب درج ہیں۔

۱۔ سلطان العلماء آقا السید محمد مجتہد رضوان مآبؒ (خلف اکبر و قائم مقام غفرانمآب علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ

۲۔ سیدالمفسرین مولانا السید علی مجتہد متوفی ۱۸ رمضان ۱۲۵۹ھ (آپ نے دوجلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے جو اردو زبان میں دنیائے شیعیت کی سب سے پہلی تفسیر ہے)۔

۳۔ مولانا السید حسن مجتہد متوفی ۱۱ شوال ۱۲۶۰ھ (آپ نے اردو زبان میں علم کلام کی سب سے پہلی کتاب "باقیات الصالحات" تصنیف فرمائی)۔

۴۔ مولانا السید مہدی مجتہد متوفی ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ۔

۵۔ سیدالعلماء آقا السید حسین علیین مکان متوفی ۱۷ صفر ۱۲۷۳ھ (آپ اپنے وقت کے اعلم دنیا تھے)

۶۔ ذکیہ بیگم (لاولد)

۷۔ سلمیٰ بیگم (لاولد)

زوجۂ ثانیہ (غیر وطنیہ) مسماۃ نیکا بی بی معروف بہ خانم صاحبہ سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں جن میں سے دو لاولد فوت ہوئیں اور صرف ایک بیٹی لطف النساء بیگم کی نسل چلی۔

حضرت غفران مآب کے چند مخصوص تلامذہ

۱۔ محقق کامل مولانا مرزا کاظم علی صاحب۔
۲۔ مولانا مرزا محمد خلیل صاحب۔
۳۔ علامۃ العلماء الحاج سید احمد علی محمد آبادی صاحب (اعظم گڑھ جواب مئو میں ہے) آپ عربی و فارسی کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔
۴۔ مفتی سید محمد قلی موسوی کنتوری (آپ جناب مولانا سید حامد حسین موسوی صاحب قبلہ کے والد بزرگوار اور جناب ناصرالملت صاحب کے جد امجد تھے) آپ اپنے استاد معظم کے مشہور عزاخانے یعنی حسینیۂ غفرانمآب میں آرام فرما ہیں۔
۵۔ جلالت مآب مولانا سبحان علی خانصاحب
۶۔ مولانا میرزا فخرالدین احمد خان معروف بمیرزا جعفر صاحب۔
۷۔ مولانا سید یاد علی نقوی صاحب نصیرآبادی (آپ نے فارسی زبان میں تفسیر قرآن مجید تحریر فرمائی ہے جو ہندوستان میں شیعوں کی پہلی فارسی تفسیر ہے)
۸۔ مولانا سید محمد باقر واعظ صاحب۔
۹۔ مولانا میرزا محمد رفیع عرف مرزا مغل غافل
۱۰۔ مولانا میر مرتضیٰ صاحب جونپوری
۱۱۔ مولانا سید غلام حسین صاحب
۱۲۔ مولانا سید شاکر علی صاحب
۱۳۔ مولانا سید علی صاحب
۱۴۔ حاجی مولانا سید نظام الدین حسین صاحب
۱۵۔ مولانا مرزا جواد علی صاحب
۱۶۔ مولانا حکیم مرزا علی شریف صاحب
۱۷۔ مولانا سید مرتضیٰ صاحب
۱۸۔ مولانا سید بہاء الدین صاحب
۱۹۔ مولانا سید علی اصغر صاحب ابن مولانا سید بہاء الدین صاحب
۲۰۔ مولانا حکیم مرزا علی صاحب
۲۱۔ مولانا سید حمایت حسین عرف میر علی بخش صاحب کنتوری (عربی ادب اور شاعری میں یکتائے زمانہ تھے)
۲۲۔ مولانا مرزا اسمٰعیل صاحب مبلغ دکن
۲۳۔ مولانا مرزا محمد علی صاحب
۲۴۔ علامہ سید سجاد علی جائسی (آپ نے عماد الاسلام کے مقدمات کا اردو میں ترجمہ کیا)
۲۵۔ مولانا مرزا زین الدین احمد خاں عرف مرزا محسن صاحب (ماہر ادب و علم عروض)
۲۶۔ مولانا سید اعظم علی صاحب
۲۷۔ ملا علی نقی قزوینی صاحب
۲۸۔ مولانا سید علی نقی ابن بہاء الدین صاحب
۲۹۔ مولانا سید بنیاد علی صاحب
۳۰۔ مولانا میر خدا بخش (مختار آفرین علی خانصاحب) بانی کربلائے تال کٹورہ لکھنؤ (آپ کی اولاد جرول اور کنتور میں موجود ہے)
۳۱۔ مولانا منو خانصاحب (آپ سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہوگئے تھے)
۳۲۔ مولانا سید عبدالعلی دیوکھٹوی (آپ فیض آباد کے خاندان پیشماز کے مورث اعلیٰ ہیں)
۳۳۔ مولانا سید محمد صاحب فیض آبادی ابن مولانا سید عبدالعلی دیوکھٹوی
۳۴۔ مولانا سید کلب علی صاحب فیض آبادی ابن مولانا سید عبدالعلی دیوکھٹوی
۳۵۔ مولانا سید اشرف علی صاحب بلگرامی

٣٦۔ مولانا امان علی صاحب
٣٧۔ مولانا سید اکبر علی حسینی
٣٨۔ مولانا سید اکرم علی بنارسی

تصانیف غفران مآب

(١) عماد الاسلام جسکا اصلی نام مرآۃ العقول ہے یہ کتاب علم کلام میں اتنی بسیط و ضخیم ہے جسکی مثال دنیائے تشیع کیا پورے عالم اسلامی میں بھی موجود نہیں ہے یہ عربی زبان میں ہے اور پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جسکی دو جلدیں ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ (٢) شہاب ثاقب (عربی۔ غیر مطبوعہ) یہ کتاب صوفیا کی رد میں ہے (٣) ذوالفقار (فارسی) یہ کتاب شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کے بارھویں باب کی رد ہے (٤) صوارم الالٰہیات (فارسی) یہ تحفۂ اثنا عشریہ کے باب الٰہیات کی رد میں ہے (٥) حسام الاسلام (فارسی) یہ تحفہ کے باب نبوت کا جواب ہے (٦) خاتمۂ کتاب صوارم (فارسی) یہ اثبات امامت میں ہے (٧) احیاء السنۃ (یہ تحفہ کے مبحث معاد و رجعت کی رد میں ہے اور فارسی میں ہے)۔ (٨) رسالۂ غیبت (فارسی) یہ شاہ عبدالعزیز کے اقوال کی تردید ہے (٩) اساس الاصول (عربی) یہ اخباریوں کی رد میں ہے (١٠) مواعظ حسینیہ۔ یہ آپ کے مواعظ کا مجموعہ ہے (١١) شرح حدیقۃ المتقین (فارسی) کتاب الصوم (١٢) شرح حدیقۃ المتقین (فارسی) کتاب الزکوۃ (١٣) رسالہ درباب نماز جمعہ (١٤) حاشیہ صدرا (١٥) رسالۃ المشاۃ بالتکریر (١٦) منتہی الافکار (عربی۔ اصول فقہ) (١٧) اثارۃ الاحزان علی قتیل العطشان (عربی۔ مقتل) (١٨) مسکن القلوب عند فقد المحبوب (عربی۔ مصائب انبیاء دائمہ) (١٩) اجازۂ جناب سلطان العلماء (٢٠) رسالہ در جواب سوالات محمد سمیع صوفی (فارسی) (٢١) رسالہ ارضین (عربی) (٢٢) رسالہ ذھبیہ (٢٣) رسالہ رد نصاری (٢٤) مطارق (رد اخبار یین) (٢٥) رسالہ کفن (ادعیہ کفن) (٢٦) رسالہ شرح سلم العلوم ملا حمد اللہ (عربی، منطق) (٢٧) جواب مسائل ذھبیہ

نمونۂ کلام حضرت غفرانمآب

یہ ازتالیس اشعار کا قصیدہ ہے جس کے چند شعر نذر ناظرین

وقارئین ہیں۔

عبدیست زمن خامہ مشکینہ رقم را
مداحئ سلطان عرب شاہ عجم را
ابکار مضامین کہ بود زادۂ فکرم
جائز نبود خطبہ اش ارباب نعم را
آنکس کہ بود بادہ کش از ساغر کوثر
بر خاک مذلت زنداو ساغر جم را
بادوستیت عشق بتاں کفر شمارم
در کعبۂ دل جاندہم سنگ صنم را
بر فرق حدوث ار نہ شدے ظل وجودت
پاداش منے کرد بجز تیغ عدم را
دستم کہ سیہ می شوداز سودن درہم
از حسرت دست تو بود لا و نعم را
خاک از رخ تو ختم رسل پاک نماید
وز لطف گزارد بسر دوش قدم را
سرمایۂ خود را بتو دادیم تو دانی
باما نبود کار چہ بسیار چہ کم را
فریاد ازیں ساقی میخانۂ دنیا
ہر صبح و مسامی دہدم ساغر غم را
نور است علی النور حقیقی و اضافی
نازیم بوصف خود و وصف اب و عم را
تاذات شریف تو رسد گر بشمارم
ایں سلسلہ جدیم ارباب کرم را
شاہانہ شفاعت چو شود روز قیامت
محروم نہ سازی من مسکین دژم را
مارا زدل خویش فراموش نہ سازی
روزے کہ فراموش نمایند اب و عم را
سید تو میندیش و مشو مضطرب الحال
داری بہ سرت سایہ فگن فخر امم را

☆☆☆

حدیث قدسی

حضرت غفران مآب مولانا سید دلدار علی طاب ثراہ کی حیات ہدایت آموز کا مرقع

.....مصنفۂ امتیاز الشعراء مولوی سید محمد جعفر صاحب قدسی جائسی مرحوم

اے کمالات انتساب اے حضرت غفران مآب
اے دلیل حق نما اے مقتدائے شیخ و شاب
اے فروغ بزم دیں اے ہادئ راہ صواب
اے فلک درگاہ اے قائم مقام بوتراب
تیرے خامہ سے ہوئی تصویر ایماں کی جلا
مرتبہ خون شہیداں کا سیاہی کو ملا
حامی الملۃ ملا ذالخلق کہف الاذکیا
ماحی البدعہ سراج الارتقا غوث الورا
محی السنہ ظہیر الشرع شمس الاعتلا
آیۃ الرحمہ کتاب الفضل تفسیر الہدا
حجۃ الاسلام رکن الدین ضیاء النیرین
قبلۃ الحق کعبۃ الایماں وجیہ النشأتین
انبیا کا تو ہے وارث اولیا کا ہم وقار
اتقیا کا سرگروہ اور اصفیا کا تاجدار
خضر اصحاب یمیں جنت مکاں قدسی شعار
ذی شرف ذی مرتبت ذی منزلت ذی اقتدار
فخر آبا نازش قوم افتخار اجداد کا
وجہ صد عز و شرف جائس نصیر آباد کا
میر نجم الدین بہار بوستان سبزوار
تیرے اجداد مکرم میں ہیں اے والا تبار
غزنوی فرمانرواؤں میں ہے ان کا بھی شمار
تھا جو سر میں نصرت مسعود غازی کا خمار
ہند میں آ کر مسخر کر لیا وہ پانگر
نام رکھا جائے عیش اس کے مناظر دیکھکر
رفتہ رفتہ نام جائے عیش کا جائس ہوا
ذرہ ذرہ آجتک اس سرزمین پاک کا
فضل کے سانچے میں حق کے فضل سے ڈھلتا رہا
دل فروز خلق ہے ان آفتابوں کی ضیا
تجھ سے منظور خدا کا جب ہو جائس ننیہال
کیوں نہ ہو پہنچے تا بہ ہفت اقلیم پھر صیت کمال
تجھ سے ام المومنین ہند تیری ماں ہوئی
جس کی چشم لطف تیری تربیت ساماں ہوئی
جسکی جوئے شیر رشک چشمہ حیواں ہوئی
گود جسکی ہمکنار رحمت یزداں ہوئی
اس صدف کا تو گہر ہے جس سے جائس کو شرف
پاک جیسا بطن پاکیزہ ہے ویسا ہی خلف
گیارہ سو چھاسٹھ سن ہجری میں پیدائش تری
طالع ظلمت سواد ہند کو چمکا گئی
تیرے مولد سے اک ایسی روشنی ساطع ہوئی
جگمگا اٹھی زمیں جس سے نصیر آباد کی
انجمن افروز عالم تو شب جمعہ ہوا
چھاؤں میں تاروں کی آیا اپنے گھر اے مہ لقا
جوہر ذاتی ترا خود عزت افزا ہے ترا
جس پہ رشک اہل شرف کو ہو وہ رتبہ ہے ترا

منتخب سارے زمانے میں گھرانا ہے ترا
نام حق پوتا علی کا جدا انجی ہے ترا
حضرت خیرالنسا کی آنکھ کا تارا ہے تو
مرتضیٰ کا لختِ دل اللہ کا پیارا ہے تو

ایک سے ہے ایک نام آور تری اولاد میں
فرد ہر اک فضل و مجد و علم و استعداد میں
صدر ہر اک بن کے بیٹھا مجلسِ ارشاد میں
آپ ہی اپنی مثال اکرام میں ازہاد میں
کوئی تو آیا حضانت میں امامِ عصر کی
کوئی بتلایا گیا منجانب اللہ جنتی

بزم آرائے جہاں تو صرف انہتر سال تھا
پھر بھی محکم کر گیا دین پیمبر کی بنا
تیرے علم عقلی و نقلی کا اندازہ ہو کیا
قریہ قریہ شہر شہر اس دھن میں سرگرداں رہا
کربلا و کاظمین و سامرہ طوس و نجف
مدرسہ تیرا ہے ان میں سے ہر اک بیت الشرف

وہ علی الاعلان دور ا دور صہبائے حجاز
شیعیان ہند کی پہلی جماعت کی نماز
جس سے عہد آصف الدولہ کو ہے خاص امتیاز
کارنامہ تیری رندیت کا ہے اے پاکباز
بارہ سو ہجری رجب کی تیرھویں جمعہ کا دن
تیری وہ سرمستیاں تیرا وہ جوش انگیز سن

بارہ سو پینتیس ہجری کا مہینہ ساتواں
کر چکا جب ختم دن اٹھارھواں، سویا جہاں
خلق میں انیسویں شب آئی با آہ و فغاں
لے گئی تجھ کو جگا کر سوئے گلزار جناں
چھٹ پڑا کوہ الم سر پر اک آفت آ گئی
لکھنؤ کیا ہند میں صبح قیامت آ گئی

اے مرے غفراں مآب اے میرے دلدار علی
والہ و شیدائے احمد عاشق زار علی
خامۂ شمشیر جوہر سے مددگار علی
تو بھی ہے منجملۂ اعوان و انصار علی
دین کی تجدید کی اسلام کی تائید کی
اے جزاک اللہ کیا ترویج کی توحید کی

تجھکو تھی اک خاص ارادت حضرت شبیرؑ سے
کشتۂ تیر و سنان و نیزہ و شمشیر سے
سید خونین کفن سے سرور دلگیر سے
فاطمہ زہرا کے ماہ کامل التنویر سے
آیت عشق حسینی ہے حسینیہ ترا
مرکز جذب حقیقی ہے حسینیہ ترا

اس حسینیہ کا رتبہ ہو نہیں سکتا بیاں
کربلائے ہند ہے یہ خطۂ جنت نشاں
بعد مردن مل گئی دو گز زمیں جسکو یہاں
فی الحقیقت پا گیا گویا وہ عمر جاوداں
اس کے دامن میں نہاں وہ گوہر شہوار ہیں
جن کے دل زیر زمیں بھی مطلع انوار ہیں

ہند میں کردی لوجہ اللہ اثبات صلوٰۃ
مسجد و محراب و منبر تیرے آیات صلوٰۃ
یاد کرتے ہیں تجھے یہ سب مقامات صلوٰۃ
ڈھونڈھ کر تجھ کو چلے جاتے ہیں اوقات صلوٰۃ
دلنشیں ابتک تری تسبیح کے انداز ہیں
مسجد و محراب و منبر گوش بر آواز ہیں

کیا ابھی تک قوم ناواقف ہے تیری شان سے
دین کی خدمت تونے کی ہے بیشتر امکان سے
غیر ممکن ہے سبکدوشی ترے احسان سے
مجھ سے گر پوچھے کوئی تو میں کہوں ایمان سے
تھا وہ اک روشنگر آئینۂ دین مبیں
تھا وہ اک صورت طراز رسم و آئین مبیں

کام وہ اس نے کیا جس سے ہوئی دین کی بقا
آج اُسی اخلاق حق کا دل پہ سکہ ہے جما

نام اس نے ملت بیضا کا روشن کر دیا
رات دن اس فکر میں اپنا لہو پانی کیا
طاقتِ الحاد اس کے جوش دل سے گھٹ گئی
شمع دیں کے نور سے بدعت کی ظلمت چھٹ گئی

سب کو اس نے بادہ عرفاں کا متوالا کیا
ہے وہی پیر مغاں ساغر کشان ہند کا
جتنے ساقی ہیں پہونچتا ہے اسی تک سلسلہ
میے وہی ہے گو ہے ہر ساقی کا میخانہ جدا
رند جتنے ہیں اسی کے جام کے ہیں جرعہ نوش
یاد کرتے ہیں اسی کو جب کبھی آتا ہے ہوش

در حقیقت اک ملک وہ پیکرِ انساں میں تھا
دور ظلمانی میں تھا بدرالدجیٰ شمس الہدا
ذات اس کی تھی عجب نعمت پے خلق خدا
رات دن محو خیال حق فنا فی الاتقا
جس کی ساری عمر قومی خدمتوں میں کٹ گئی
قوم کے نزدیک گویا ساعتوں میں کٹ گئی

مرنے والا ہم پہ احسان کرتے کرتے ماہ و سال
سو رہا تربت میں روشن کرکے آیات کمال
اک صدی گزری مگر گزرا نہ دل میں یہ خیال
کوئی اس کے نام کی ہو یادگار بیمثال
خلق بھی جانے کہ کوئی ہادیٔ اسلام تھا
قوم بھی سمجھے کہ کوئی واجب اکرام تھا

آج ان اقوام کا ہے زندہ قوموں میں شمار
متفق ہو کر کیا کرتے ہیں جو آغاز کار
یکدلی رکھتے ہیں جو انجام تک اپنا شعار
اپنے ہر اک رہنما کا جو بڑھاتے ہیں وقار
بعدِ مردن کرتے ہیں صورت بقائے نام کی
آئینہ ہوتی ہے جس سے قوم کی روشندلی

اک ہماری قوم ہے جسکی انوکھی ہر ادا
مختلف جس کی روش مسلک زمانے سے جدا
ہند میں مضبوط کی ایمان کی جس نے بنا
اس سے ایسی سست پیمانی کہ ہو خون وفا
آج اس کے کارناموں سے کوئی واقف نہیں
کوئی اس کی ذات حق آگاہ کا عارف نہیں

کس میرسی کے شکنجہ میں کتابیں ہیں وہ آہ
مانند جن کے سامنے لوح بیاض مہر و ماہ
ہر خط مسطر ہے گویا ایک دینی شاہراہ
قوم اے قوم اس طرف بھی ہو توجہ کی نگاہ
کیوں ہو اک تصنیف کو تقویم پارینہ سمجھ
ہو جو کچھ ذوق نظر حکمت کا گنجینہ سمجھ

انہماک اس میں بہت علامہ ہندی کو ہے
تو بھی پی لے اک ذرا سی یہ حیات افروز مے
محو تا ہو جائے تیرے دل سے بھی ہر ایک شے
نشہ میں اس مے کے سارے مرحلے ہو جائیں طے
دامن ساقی کو بھر دے درہم و دینار سے
دست ہمت کم نہ ٹھہرے ابر گوہر بار سے

آیۃ اللہ قدوۂ اہل صفا آقا حسن
عالم دین فاضل کامل، فقیہ مؤتمن
علم و فضل و زہد و تقویٰ جسکا مشہور زمن
ہند کی دارالشریعت میں ہے شمع انجمن
یہ بھی کوشاں ہیں کہ تصنیفات شائع ہوں کہیں
ہائے یہ انمول موتی بھی نہ ضائع ہوں کہیں

بس بس اے قدسی زیادہ عرض حال اچھا نہیں
جوش ہمت کا اثر تونے ابھی دیکھا نہیں
قوم اپنے ذی شرف ہادی سے بے پروا نہیں
آج اس کے قبضۂ قدرت میں آخر کیا نہیں
اتنی حاجت تھی کہ کوئی یاد دلوا دے اُسے
کام یہ پورا ہوا تیرے صلائے عام سے

نوٹ:۔ صد سالہ یادگار کی مجلس میں حسب الطلب علامۂ ہندی حکیم الامت مولانا سید احمد مجتہد، قدسی جائسی مرحوم نے حسینیہ غفرانمآبؒ میں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ کو یہ مسدس پڑھا تھا۔

سلطان العلماء وسید العلماء فرزندانِ غفرانمآبؒ مرزا دبیر کی نظر میں

.....عازم حسین عزمؔ

شہنشاہِ سخن خلاق مضامین مرزا سلامت علی دبیرؔ اعلی اللہ مقامہ کو سلطان العلماء آقا سید رضوان مآب اکبر اولاد غفرانمآبؒ اور سید العلماء آقا سید حسین علیین مکان (عرف میرن صاحب) اصغر اولاد حضرت غفرانمآبؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ جس کا ثبوت انکے کلام بلاغت نظام سے فراہم ہوتا ہے۔

صاحب تذکرۂ بے بہا فی تاریخ العلماء نے سلطان العلماء کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے بظاہر تحصیل علوم عقلیہ ونقلیہ وتحصیل فنون اصولیہ وفروعیہ اپنے والد سے کی لیکن باطنی تلمذ جناب صاحب الامر علیہ السلام سے تھا۔

صاحب تذکرہ نے یہ واقعہ بھی درج کیا ہے کہ ایک تاجر مسند وتکیہ حضرت امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے لیے لایا تو وہ تیرہ لاکھ میں خرید اگیا کل قیمت تاجر کو ادا کر دی گئی مگر ارکین دولت نے لاکھ یا سوا لاکھ روپے نہ دیا اسنے جاکر آپ کے یہاں (یعنی محکمہ شرعیہ میں) استغاثہ دائر کر دیا بعد ثبوت ڈگری ہو کر اسکا اجرا بھی ہو گیا تب وہ روپیہ دیا گیا پھر تو تمام ملک میں آپ کے انصاف کی دھاگ بیٹھ گئی۔"

عدالت شرعیہ میں بادشاہ کے خلاف مقدمہ کا دائر ہونا بادشاہ کو جواب دہی کا حکم ہونا، مقدمہ کی سماعت کے بعد بادشاہ کے خلاف فیصلہ اور تاجر کو اسکی رقم ملنا پھر کیا تھا بادشاہ کی دیانت داری و انصاف پرستی اور سلطان العلماء کے جذبہ عدل وانصاف کا ڈنکا بج گیا۔ ان حالات سے متاثر ہو کر مرزا دبیر نے ایک مرثیہ ترقیم کیا جسکی ابتدا ''طغریٰ نویس کن فیکون ذوالجلال ہے'' سے ہوتی ہے۔ یہ دفتر ماتم جلد اول کا پہلا مرثیہ ہے اس مرثیہ میں مرزا صاحب نے پہلے بادشاہ کے اوصاف حمیدہ بیان کیے ہیں پھر سلطان العلماء اور سید العلماء کی الگ الگ تعریف کرنے کے بعد ایک ساتھ مدح وثنا کی ہے اور ایک معتبر خواب بھی نظم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس مرثیہ کے چند بند

خار جفا سے راستوں کو صاف کردیا
نوشیرواں کو قائل انصاف کردیا
بس مین عدل قاف سے تا قاف کردیا
دنیائے دوں کو تابع اشراف کردیا
چہرہ ستم کا ہے نظری اہل دید میں
اب ظلم چھپ کے بیٹھا ہے قبر یزید میں

ہر شب ہے روز عید عجب روزگار ہے
انصاف سر بلند ہے کیا تاجدار ہے
اقبال یار شہر ہے کیا شہریار ہے
اس لطف پر یہ رحمت پروردگار ہے

عالم وہ ہیں کہ قدرت رب آشکار ہے
ہاتھوں میں جن کے مذہب حق پائیدار ہے

اول جناب مجتہد العصر و الزماں
بسم اللہ صحیفۂ آیات عز و شاں
خضر زمانہ مرجع سادات و مومناں
سلطان عالماں سند معنی و بیاں
چشم و چراغ مجلس عالم جمال میں
خاص الخلاصۂ بنی آدم کمال میں

بابش علی و ختم رسل جدامجد است
اسمش جناب حضرت سید محمد است
در راستی چو حرف نخستین ابجد است
بالا نشین منبر و ایوان و مسند است
ایمن شداست شہر ز طور جمال او
اے من فدائے نور چراغ جلال او

ناجی وہی ہے ان سے جنہیں اعتقاد ہے
یہ اعتقاد شیعوں کو زاد المعاد ہے
ارشاد وہ بجا ہے کہ اللہ شاد ہے
خیر الجہاد ان کے لئے اجتہاد ہے
شیعوں کو کہئے قبلہ شناس اس بیان سے
کہتے ہیں ان کو قبلہ وکعبہ زبان سے

بعد ان کے سید العلماء مجمع علوم
خاصان ذوالجلال میں کالبدر فی النجوم
اک طبع پاک اور شغل پاک کا ہجوم
اس پر بھی ہے وفور نوازش علی العموم
دنیا کے فخر دین کے بھی زیب وزین ہیں
وجہ حسن یہ ہے کہ مسمّیٰ حسین ہیں

معنی حلم و فضل و حیا منبع کرم
تصویر زہد و عدل و ورع سر سے تا قدم
انصاف کھا رہا ہے مرے صدق پر قسم
مطلوب داد نظم ہے نہ شہرۂ رقم
واقف ہے کبریا کہ دروغ و دریا نہیں
مقصد کوئی رضائے خدا کے سوا نہیں

قدرت خدا کی شکل بشر میں فرشتہ ہے
کیسا فرشتہ ان کو محمد سے رشتہ ہے
رگ رگ بدن کی سبحۂ طاعت کا رشتہ ہے
جاری بلاد شرع میں ان کا نوشتہ ہے
دامن قلم کا پاک حروف غلط سے ہے
روشن سواد کشور دیں ان کے خط سے ہے

دونوں یہ مقتدا میں یہ دونوں ہیں خضر راہ
بحرین علم و فضل و جلال و وقار و جاہ
سعدین برج منبع یدقدرت الہ
اور مشرقین چرخ ولایت کے مہر و ماہ
ثابت ہے ان کے جلوے سے یہ مومنین پر
اک قطب آسمان پہ ہے دو زمین پر

حق الیقین ہے ہم کو کہ پاک ان کی ذات ہے
چشم کرم مترجم مین الحیات ہے
دیدار پاک شرح کتاب الصلوٰت ہے
اخلاق وہ کہ مطلب تہذیب بات ہے
روشن ہے ان پہ جو ہیں مقر اصل وفرع کے
ہیں جوشنین بازوئے ایمان وشرع کے

اس عہد میں جلال و وقار و شرف ہے کیا
قدر ان کی عہد مہدی ہادی میں دیکھنا
اب گوش دل لگا کے سنیں راخ الولا
رویائے معتبر کا سناتا ہوں ماجرا
اس خواب شب سے صبح یقیں آشکارہ ہے
ہر گوش اعتقاد کا یہ گوشوارہ ہے

اس کے بعد حاجی مرزا علی ولی جنہوں نے بارہ حج کئے ان کا شب نیمۂ شعبان ۱۲۶۰ھ کا خواب نظم کیا ہے کہ وہ عالم احرام میں دعائیں پڑھ کر سوئے کہ طوفان باد کے بعد بارش باران رحمت ہوئی۔ ایک شخص خانہ کعبہ سے

نکل کر ان کے گھر آئے اور بشارت دی کہ ظہور امام عصر علیہ السلام ہو گیا وہ حرم کے قریب پہونچے اور مجمع علماء میں امام زمانہ عج کے متعلق دریافت کیا

پوچھا امام عصرؑ کو تو سب نے یہ کہا
جا مدرسہ میں محکمۂ عدل ہے پیدا
دوڑا میں اسطرف کو تو یہ غلغلہ اٹھا
آتا ہے کوئی شخص بحکم شہ ھدا
دیکھا تو صاف رحمت باری نمود ہے
کعبہ میں سید العلماء کا ورود ہے
احقر جو دست بوس ہوا اس جناب کا
فرمایا ہم بھی پہونچے بتائید کبریا
بندہ نے کی یہ عرض کہ اے میرے پیشوا
خادم کا اعتقاد تو پہلے ہی سے یہ تھا
کیا شاد اس گھڑی دل رنجور ہو گیا
حضرت جو پاس آئے تو غم دور ہو گیا
آہستہ آپ نے یہ کہا اے خوش اعتقاد
اس دم کیا ہے قبلہ و کعبہ نے تجھ کو یاد
واں سے جو مدرسہ میں گیا بندہ شاد شاد
دیکھی ترقی قمر برج اجتہاد
درجہ ملا ہے مہدی عالی مقام سے
اک درجہ کا ہے فاصلہ کل کے امام سے
ارشاد مجھ کو قبلہ و کعبہ نے یہ کیا
تنہا ہیں سید العلما ان کے ساتھ جا
ہمراہ ہوں فتحیؔ بھی اس دم تو ہے بجا
ناگاہ گوش زد ہوئی بالا سے یہ ندا
کافی خدا ہے ان کی حمایت کے واسطے
بھیجا ہے ہم نے ان کو ہدایت کے واسطے
ہیں آج وہ غنی مدد خاص و عام سے
پایا ہے حکم نائب خیر الانام سے
تلقین کو گئے ہیں رضائے امام سے
عقدے کھلیں گے سب شہ مرداں کے نام سے
کانوں میں یہ صدا تھی کہ بس آنکھ وا ہوئی
اور ساتھ ہی اذان سحر جا بجا ہوئی

☆☆☆

اپنی تقریروں سے قوم کے دل ودماغ کو روشن کرنے والے عظیم رہنما اور مسلم نوجوانوں کو ہر قدم پر راہ دکھانے والے عالم باعمل جناب مولانا کلب عابد طاب ثراہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

ممبران تنظیم پاسداران حسین

مرجع اعظم آیۃ اللہ میر آغا صاحب

(صد سالہ دیسہ کے موقع پر)

.....فاضل نبیل چودھری سید سبط محمد نقوی

جناب میر آغا صاحب، جناب غفراں مآب مولوی دلدار علیؒ کے مجھلے یعنی چوتھے بیٹے سید مہدیؒ کے پوتے اور عمدۃ العلماء سید حادی صاحب کے فرزند تھے۔ ۱۲۵۲ھ میں ولادت ہوئی مگر کم سنی ہی میں سایہ پدری سے محروم ہو جانے کے بعد سید حادی صاحب کی تربیت کے، سلطان العلماء سید محمد رضواں مآب کفیل ہوئے اور ان سے اپنی ایک بیٹی کا عقد بھی کیا۔

جناب میر آغا کی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادر بزرگ کے حضور میں ہوئی۔ پھر تمام درسیات اپنے ماموں خلاصۃ العلماء جناب سید باقر صاحب سے حاصل کئے اور فقہ و اصول کی تکمیل اپنی والدہ ماجدہ کے چچازاد بھائی جناب ممتاز العلماء سید تقی جنت مآب سے کی اور اپنی اہلیت و صلاحیت کی بناپر جناب ممتاز العلماء کی دامادی کا شرف بھی حاصل کیا۔ چونکہ جناب ممتاز العلماء کے وقت وفات جناب کے صاحبزادے سید العلماء سید ابراہیم صاحب بہت کم سن تھے اس لئے ممتاز العلماء کی ذمہ داریاں ان کے دامادوں، جناب میر آغا صاحب اور جناب سید ابو الحسن رضوی عرف جناب ابو صاحب کے سر آئیں، لکھنؤ میں شیعوں کی امامت جمعہ اور فتویٰ نویسی جناب میر آغا صاحب سے متعلق ہو گئیں۔ یہ اتفاق بھی عجیب ہے کہ جناب میر آغا

مفتی علامہ میر عباس شوستری نے اپنے استاد جناب سید العلماء سید حسین علیین مکان کی ستائش میں فرمایا ہے

امامیکہ در کشور اجتہاد
چو او مادر دہر ہرگز نہ زاد

یعنی ایسے پیشوا کہ زمانہ نے ان جیسا مجتہد نہیں پیدا کیا بات یہیں تک رہتی تو جناب علیین مکان کی مرجعیت کبریٰ و اعلمیت کی شہادت بن جاتی۔ لیکن چونکہ مفتی علامہ نے علیین مکان کے سب سے بڑے بھائی سلطان العلماء مولوی سید محمد رضواں مآب کی بھی ستائش ایسے ہی الفاظ میں کی ہے اس لئے یہ طے کرنا ذرا دشوار ہو گیا ہے کہ ان دو حضرات میں اعلم کون تھا؟ اگرچہ رجحان یہی ہے کہ جناب سید العلماء علیین مکان کمال اعلمیت کے مالک تھے پھر بھی مفتی علامہ کے اس ارشاد کو قطعی شہادت تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن ہندوستانی علماء میں دو حضرات ایسے گزرے ہیں جنھیں اعلم وقت تسلیم کیا گیا۔ ان میں ایک جناب سید باقر رضوی (علماء کٹرہ ابوتراب خاں لکھنؤ کے مورث) اور ایک جناب عماد العلماء سید مصطفےٰ عرف میر آغا صاحب جو آقا و شیخ مازندرانی کربلائی علیہ الرحمہ کے بعد اعلم اور مرجع تسلیم کئے گئے۔

صاحب کے وقت رحلت آپ کے صاحبزادے جناب مولانا سبط محمد ہادی عرف کلن صاحب اتنے صغیر السن تھے کہ جناب میر آغا صاحب کے فرائض ان کے بھانجے اور داماد جناب قدوۃ العلماء مولانا آقا حسن صاحب سے متعلق ہوئیں۔ یہ کہنا بے بنیاد ہے کہ "چونکہ ان کے (یعنی میر آغا صاحب کے) کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے ان کے انتقال کے بعد یہ منصب ان کے بھانجے قدوۃ العلماء سید آقا حسن صاحب قبلہ کو حاصل ہوا۔۔۔" ان بے خبر سوانح نگار کو یہ بھی پتہ نہیں کہ جناب قدوۃ العلماء کو یہ منصب داماد ہونے کی بنا پر حاصل ہوا تھا صرف بھانجے ہونے کی بنا پر نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب میر آغا صاحب کو خلاق عالم نے دو فرزند ارزانی فرمائے۔ مگر بڑے بیٹے مولانا زوار حسین صاحب نے تو باپ کو داغ مفارقت دیا اور تیس سال کی عمر میں ۲۱ر صفر ۱۳۲۰ھ کو رحلت کی۔

دوسرے فرزند مولانا سبط محمد ہادی (کلن) صاحب کا ذکر ارباب سیرت نے نہیں کیا ہے۔ مگر ہم کو مرحوم کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ مرحوم ویسے تو ریاست مرشد آباد میں "ہائی پریسٹ" کے منصب پر تھے۔ لیکن قدیم خاندانی روابط کی بنا پر ریاست پیر پور میں پہلا عشرۂ عزا پڑھنے ہر سال تشریف لاتے تھے۔ یہیں ہم کو مرحوم کی سالانہ زیارت ہوا کرتی تھی۔ افسوس کہ ہمارے علماء و ارباب فضل پر بہت ناکافی کام ہوا ہے۔ اس لئے مرحوم کے سوانح سے زیادہ واقفیت نہیں۔ صاحب مطلع انوار برادر معظم مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب فاضل معاصر سیرت نگار تھے مگر مرحوم کی نظر بھی چوک گئی اور وہ بھی مرحوم کے ذکر سے قاصر رہے۔ ماضی قریب میں مبلغ اعظم علامہ سعید اختر رضوی گوپال پوری نے علماء کی سیرت و سوانح پر سیر حاصل کام کیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ مطلع انوار کا تتمہ لکھا ہے بلکہ علماء ہند و پاک کا مستقل تذکرہ بھی سپرد قلم فرمایا ہے۔ توحید میل (دس روزہ) کے مبلغ اعظم نمبر میں شامل اپنے معلوماتی مضمون میں، نیو جرسی امریکہ میں مقیم مولانا سید تمیز الحسنین صاحب نے بتایا ہے کہ:۔

"...قبلہ مرحوم نے...خورشید خاور کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے جو علماء پاک و ہند کے تذکرہ پر محیط ہے۔ یہ کتاب مولانا کے انتقال سے کچھ دن پہلے زیور طبع سے آراستہ ہوئی لیکن افسوس کہ مولانا طبع ہونے کے بعد اس کتاب کو نہ دیکھ سکے۔۔"

بشرط حیات وصحت ہم یہ کتاب حاصل کریں گے۔ جناب کلن صاحب کے بارے میں کچھ ملا تو اسے شائع کریں گے۔ فی الحال جو کچھ عرض کیا ہے اس میں اتنا ہی اضافہ کر سکتے ہیں کہ مرحوم کی صاحبزادی کی شادی نرہی کے رئیس اور رکن خانوادہ نواب سید افسر حسین صاحب ایڈووکیٹ مرحوم سے ہوئی تھی، جس کی ایک یادگار مشہور صحافی نواب سید حسین افسر اور افسر صاحب کے بھائی بہن ہیں۔

جملۂ معترضہ ذرا طویل ہو گیا اب آپ صاحب تذکرہ بے بہائی تاریخ العلماء کے مصنف مولانا محمد حسین صاحب نوگانوی کے قلم سے جناب میر آغا صاحبؒ کے جستہ جستہ حالات ملاحظہ کریں:۔

آپ اورع واتقائے زمانہ تھے جناب ممتاز العلماء کے بعد سے ہمیشہ مشغول دستخط فتاویٰ رہے آپ اپنے زمانہ میں اعلم وافقہ علمائے ہند میں تھے اور چالیس سال اجتہاد کیا اور اجتہاد کے متعلق سب کام مثل لفافہ لکھنے اور مہر کرنے اور لفافہ بند کرنے کے اپنے ہاتھ سے کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جناب خان بہادر صاحب نے آپ کو لکھا کہ حضور ضعیف ہو گئے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک محرر آپ کی پیشی میں رہے اور اس کی تنخواہ میں دیا کروں آپ نے جواب لکھ دیا کہ میں آپ کی اس ہمدردی کا متشکر ہوں مگر میں تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں اخبار شیعہ کھجوہ نومبر ۱۹۰۵ء میں

ہے کہ جناب ظہیر العلماء صاحب کی زبانی بعض احباب نے یہ بیان کیا کہ بعض مسائل فقہیہ اس خاندان میں ایسے چلے آتے ہیں کہ جو آپ کے قبل تک حل نہ ہوئے تھے لیکن آپ نے ان کو ایسا حل کر دیا کہ ہر صاحب فہم تسلیم کرلے اور جناب مرحوم فرماتے تھے کہ آپ کا شمار تو طبقہ اولی میں ہے اگر کوئی مسئلہ کہیں سے جناب مرحوم کے پاس آتا تو اکثر یہ ہوا ہے کہ وہ مسئلہ مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ یہ جناب میر آغا صاحب سے دستخط کرا لاؤ میں نے جناب مرحوم سے عرض کیا کہ مجتہدین لکھنؤ میں سے کس کی تقلید کروں تو آپ نے جناب عماد العلماء کی تقلید کا حکم دیا میں نے جناب مرزا ابوالقاسم صاحب نجفی سے بھی آپکی تفقہ کی مدح وثنا سنی اکثر مومنین نے بعد انتقال جناب شیخ صاحب مازندانی کربلائی کے آپ کی ہی تقلید کرلی تھی اور جناب خواجہ صاحب سہارنپوری بھی آپ کے علم وفضل و ذہانت وجودت طبع کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ آپ معاملات شرعیہ میں کسی کی بال بھر بھی رعایت نہ کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ہلال ماہ مبارک کی تحقیق درپیش تھی جناب مرحوم کا خط الہ آباد سے بنام جناب باقر العلوم ۲۹ رکی رویت کا آیا اور وہ جناب باقر العلوم نے مجھے دیکر آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے وہ خط دیکھ کر فرمایا کہ ایک شہادت ہے بعض معتبرین سے سنا ہے کہ بعض دن ڈاک آپکی یکہ پر لد کر جاتی تھی یہ مسائل کی کثرت تھی اور ایک مرتبہ میں بھی عید کے دن آپ کی زیارت کو حاضر ہوا اور مومنین وطلاب بھی موجود تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں تین روز سے برابر مسائل پر ہی دستخط کر رہا ہوں اور کوئی کام نہیں کیا مگر پھر بھی ختم نہ ہوئے۔ آپ ۱۳۰۵ھ میں زیارات عتبات عالیات سے بھی مشرف ہوئے تھے علمائے عراق سے آپ ملے سب نے آپکا نہایت اعزاز و اکرام کیا اور سبیکۃ الذہب میں ہے کہ آپ عتبات عالیات عراق کو بغرض تکمیل معقول ومنقول وفقہ واصول و مجتہد و مشاہیر اعلام سے اجازے لینے کے واسطے تشریف لے گئے تھے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے چنانچہ جناب قدوۃ العلماء نے جو ایک نوازش نامہ بنام عاصی نحیف تحریر فرمایا ہے اس میں ہے کہ جناب ماموں صاحب (میر آغا صاحب) قبلہ کے بارے میں محض ناواقفیت سے لکھ دیا ہے کہ کربلائے معلیٰ واسطے تکمیل علم و تحصیل اجازات کے گئے تھے یہ بالکل غلط لکھ دیا ہے محض زیارات کے واسطے گئے تھے وہ اس زمانہ میں اکمل وافقہ تھے اطلاعاً گزارش ہے (والتسلیم حررہ السید آقا حسن عفی عنہ مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ) اور خود میں نے بھی اپنے زمانہ ہوش سے آخر عمر تک اخبار امامیہ لکھنؤ میں برابر دو ورق فتاویٰ کے چھپتے دیکھے اور متفرق مسائل کا کیا شمار ہے اگر باقاعدہ رجسٹر ہوتا اور وہ فتاویٰ جمع ہوتے تو متعدد جلدیں ہوتیں بلکہ بعض سوالات کے جوابات تو بجائے خود ایک ایک رسالہ ہیں جو بعض مجھ عاصی کے پاس قلمی موجود ہیں۔

ڈیڑھ ماہ بعوارض مختلفہ علیل رہ کر ۱۱ ماہ صیام روز پنجشنبہ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۳۲۳ھ میں بمقام لکھنؤ انتقال فرمایا جنازہ بڑی ہجوم سے دریا پر غسل کے واسطے لے گئے اور جناب قدوۃ العلماء نے نماز جنازہ پڑھائی شہر کے تمام علما فضلا طلاب رؤسا شاہزادگان امراء باتخمینا پانچ ہزار کا مجمع تھا اور جناب غفرانمآب علیہ الرحمہ کے امام باڑہ میں دفن ہوئے جناب قدوۃ العلماء آپ کے داماد اور بھانجے ہیں، جانشین ہوئے"

حضرات اگر خداوند حکیم توفیق دے تو اس خادم دین مبین ومفتی شرع متین کو ایک سورہ الحمد سے ضرور یاد فرمائیں۔

اس سوویز میں شامل آیۃ اللہ میر آغا صاحب پر مولانا مصطفیٰ حسین صاحب اسیف جائسی کے مبسوط مضمون سے آیۃ اللہ کی اولاد کی بہتر تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ اولاد سمجھنے اور کہنے والے نابینا اپنی چشم روشن کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

فقیہ اہلبیت سرکار شریعتمدار خاتم المتفقہین عماد العلماء

مولانا السید مصطفٰے المعروف بہ جناب میر آغا صاحب علیین مآبؒ

.....سید مصطفٰے حسین نقوی اسیف جائسی

ولادت: عماد العلماء السید مصطفٰی بن عمدۃ العلماء سید محمد ہادی مجتہد صاحب ابن آقا السید مہدی مجتہد بن حضرت غفرانمآبؒ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ م ۱۸۳۶ء میں بزم شہود میں تشریف لائے۔ آپ کی جائے ولادت لکھنؤ اور آپ کا تاریخی نام میر آغا ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ امۃ الزہراء بیگم (زوجۂ عمدۃ العلماء سید محمد ہادی مجتہد) بنت سلطان العلماء سید محمد صاحب رضوانمآبؒ بن حضرت غفرانمآب تھیں۔ اس طرح آپ کا پدری و مادری (اور سببی رشتہ جسکا ذکر آگے ہوگا) رشتہ حضرت غفرانمآب سے ہے۔

والد ماجد عماد العلماء: جناب عماد العلماء کے پدر بزرگوار کا سن دو تین سال کا تھا جب ان کے والد ماجد سید مہدی نے انتقال فرمایا، جناب غفرانمآب نے پرورش فرمائی ابھی پانچ سال ہی کے تھے کہ حضرت غفرانمآب نے بھی رحلت فرمائی۔ اب سلطان العلماء نے اپنے حقیقی بھتیجے یعنی عمدۃ العلماء کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے لی۔ سلطان العلماء کی سرپرستی میں فائز بدرجۂ اجتہاد ہوئے۔ نہایت صاحب ورع و تقدس و علم و ذکا تھے۔ جناب رضوانمآب عمدۃ العلماء سے بہت انس و محبت رکھتے تھے۔ اپنی چھوٹی بیٹی سیدہ امۃ الزہرا بیگم (جو زوجۂ اولیٰ سے تھیں اور حقیقی خواہر جناب منصف الدولہ شریف الملک مولانا سید محمد باقر کی تھیں) کے ساتھ عمدۃ العلماء کی شادی کی۔ عہد سعادت مہد امجد علی شاہ بادشاہ اودھ و ابتدائے زمانہ واجد علی شاہ مرحوم میں جب کہ فیصلہ جات موافق احکام شرعیہ ہوتے تھے جناب عمدۃ العلماء منصب جلیل صدر الصدور پر فائز تھے۔ تمام بیرونجات کے مفتی ماتحت عمدۃ العلماء تھے۔ تمام احکام کا صدور آپ ہی کے شریعت کدہ سے ہوتا تھا۔ جناب عمدۃ العلماء نے ۱۲۷۵ھ میں ۴۸ سال کی عمر میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔

اسمائے اولاد عمدۃ العلماء:

۱۔ مولانا سید محمد مہدی صاحب قبلہ مجتہد (جنہوں نے ۲۸ سال کی عمر میں ۱۲۷۶ھ میں لاولد انتقال فرمایا)۔

۲۔ "دختر" زوجۂ مولوی باقر حسین صاحب و والدۂ مولوی سید اصغر حسین فاخر داماد نواب تاج محل صاحبہ مرحومہ

۳۔ آیۃ اللہ العظمیٰ مولانا سید مصطفٰی المدعو بہ میر آغا صاحب مجتہد

۴۔ "دختر" زوجۂ مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ جائسی و مادر گرامی مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد

عماد العلماء اور ان کی اولاد امجاد:

عماد العلماء السید مصطفٰی المعروف بہ جناب میر آغا صاحب حضرت غفرانمآب کے پرپوتے اور سلطان

العلماء کے نواسے اور فخر المدرسین ممتاز العلماء جناب سید محمد تقی جنت مآب نور اللہ مرقدہ کی چھوٹی صاحبزادی زوجہ اولیٰ سے جو کہ ہمشیرۂ خورد و ہم بطنی جناب سید العلماء سید محمد ابراہیم صاحب طاب ثراہ تھیں ان کے ہمراہ جناب عماد العلماء کی شادی ہوئی جن کا انتقال ۵ محرم ۱۳۲۳ھ کو ہوا ان مرحومہ سے دو اولادیں ہوئی تھیں مگر صغیر السنی ہی میں فوت ہوئیں پھر ان معظمہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جناب میر آغا صاحب نے بخیال بقائے نسل دوسرا عقد ایک بارہہ کے سادات میں سے جناب امیر حسین صاحب جو شاگرد و خاص احباب جناب عمدۃ العلماء میں سے تھے ان کی صاحبزادی سے کیا ان معظمہ سے ایک پسر مولانا سید زوار حسین اور دو دختر یعنی امۃ الزہرا بیگم زوجہ قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد اور (دوسری دختر) امۃ الزکیہ بیگم زوجۂ مولوی سید فرزند حسین ذاخر بشیر زادۂ نواب مولوی سید اصغر حسین فاخر کو چھوڑ کر ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔

۱۲۹۵ھ میں عماد العلماء نے تیسرا عقد اپنے ہم وطن سید علی ہادی صاحب مرحوم و مغفور (جن سے پہلے سے بھی قرابت تھی) کی دختر نیک اختر سے کیا۔ ان معظمہ نے بھی ایک فرزند انتخاب العلماء مولانا سید سبط محمد ہادی صاحب اور ایک دختر کو چھوڑ کر ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا۔ زوجہ کے انتقال کے بعد عماد العلماء نے پھر عقد رابع فرمایا۔ یہ خاتون ایک سال کے اندر ہی لاولد انتقال فرما گئیں بعد مرحومہ عقد خامس فرمایا جن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں اس کے بعد عقد سادس فرمایا ان خاتون سے ایک مولانا فرزند سید حسین حیدر ہوئے۔

جب شریعتمدار طاب ثراہ نے دار فانی سے کوچ فرمایا تو دو زوجہ، تین دختر، دو پسر، دو پوتیاں، ایک پوتا، ایک بہو، دو نواسیاں اور دو نواسوں کو چھوڑا جن کی کفالت جناب قدوۃ العلماء مولانا آقا حسن صاحب سے متعلق تھی۔

تعلیم:۔

عماد العلماء نے فنون سپہ گری کے ساتھ تحصیل و تکمیل علوم اپنے علماء خاندان ہی سے کی۔ ابتدا میں اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالیقدر سے پڑھا پھر تمام ادبیات معقولات، منقولات کی تحصیل اپنے حقیقی ماموں جناب خلاصۃ العلماء مولانا سید مرتضیٰ ابن رضوان مآب سے کی۔ فقہ و اصول کی تکمیل اپنے خسر معظم ممتاز العلماء سید محمد تقی جنت مآب سے کی اور درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

۱۳۰۵ھ میں فقیہ اہلبیت زیارات عتبات عالیات سے بھی شرف ہوئے۔ علماء، فقہاء عراق نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی بلکہ آقا اخوند ملا حسین اردکانی مجتہد کربلائے معلی اور جناب آقا السید علی صاحب آل بحر العلوم صاحب برہان قاطع مجتہد نجف اشرف اعلی اللہ مقامہما سے اجازات اجتہاد بھی حاصل ہوئے۔

عماد العلماء کی جلالت علمی:

علیین مآب اورع و اتقائے زمانہ تھے۔ فخر المدرسین ممتاز العلماء جنت مآب کے بعد سے ہندوستان میں کوئی آپ کا مثل و نظیر نہ تھا اور ان کے بعد آپ ہی مفتی اعظم ہند تھے۔

سرکار شریعتمدار کا حلقہ تقلید بہت وسیع تھا۔ تقریباً چالیس سال تک شیعیان ہند کے مرجع اعظم رہے۔ تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء کے مولف مولانا سید محمد حسین صاحب نوگانوی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں اعلم و افقہ علماء ہند تھے اور چالیس سال اجتہاد کیا اور اجتہاد کے متعلق سب کام مثل لفافہ لکھنے اور مہر کرنے اور لفافہ بند کرنے کے اپنے ہاتھ سے کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ خانبہادر (سید محمد مظفر علی صاحب رئیس جانسٹھ) نے آپ کو لکھا کہ حضور ضعیف ہو گئے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک محرر آپ کی پیشی میں رہے اور اس کی تنخواہ میں دیا کروں۔

آپ نے جواب لکھ دیا کہ میں آپ کی اس ہمدردی کا متشکر ہوں مگر میں تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں۔

علیین مآب بیحد متقی، ذہین، ہمدرد، سخی اور محنتی تھے۔ طلباء کو درس دینے کے ساتھ شائقین زیارت و ملاقات سے ملنا، صدہا خطوط و استفتاءات کے جوابات لکھنا اور ذرہ برابر تھکن نہ محسوس کرنا سرکار شریعتمدار کا کمال تھا۔

صاحب تذکرۂ بے بہا کا بیان ہے کہ ''بعض معتبرین سے سنا ہے کہ بعض دن ڈاک آپ کی یکہ پر لد کر جاتی تھی یہ مسائل کی کثرت تھی اور ایک مرتبہ میں بھی عید کے دن آپ کی زیارت کو حاضر ہوا اور مومنین و طلاب بھی موجود تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں تین روز سے برابر مسائل پر ہی دستخط کر رہا ہوں اور کوئی کام نہیں کیا مگر پھر بھی نہ ختم ہوئے۔''

مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل اپنے تذکرہ ''مطلع انوار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''میر آغا صاحب نے ایک لاکھ سے زیادہ فتوے اور سوالوں کے جواب لکھے ہیں۔

''تذکرۂ بے بہا'' میں عماد العلماء سے متعلق ہے کہ ''اخبار شیعہ مجموعہ نومبر ۱۹۰۵ء میں ہے کہ جناب ظہیر العلماء (مولانا سید ظہور الحسن بارہوی مجتہد) صاحب کی زبانی بعض احباب نے بیان کیا کہ بعض مسائل فقہیہ اس خاندان میں ایسے چلے آتے ہیں جو آپ سے قبل تک حل نہ ہوئے تھے لیکن آپ نے ایسا حل کر دیا کہ ہر صاحب فہم تسلیم کرلے اور جناب مرحوم (مولانا سید ابوالحسن ابو صاحب پدر باقر العلوم) فرماتے تھے کہ آپ کا شمار تو طبقۂ اولیٰ میں ہے اگر کوئی مسئلہ کہیں سے جناب مرحوم (ابو صاحب) کے پاس آتا تو اکثر یہ ہوا ہے کہ وہ مسئلہ مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ یہ جناب میر آغا صاحب سے دستخط کرا لاؤ۔ میں نے جناب مرحوم (ابو صاحب) سے عرض کیا کہ مجتہدین لکھنؤ میں سے میں کس کی تقلید کروں تو آپ نے جناب عماد العلماء کی تقلید کا حکم دیا۔ میں نے جناب مرزا ابو القاسم صاحب نجفی سے بھی آپ کے تفقہ کی مدح و ثنا حد سے زیادہ سنی اور جناب خواجہ صاحب سہارنپوری (مولانا عابد حسین صاحب) بھی آپ کے علم و فضل و ذہانت و جودت طبع کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

علوئے تفقہ کے ساتھ صرف، نحو، ہیئت اور عربی ادب میں بھی کمال حاصل تھا ثبوت میں آپ کی کتابیں موجود ہیں۔

آپ امام جمعہ مسجد جامع آصفی تھے۔ علماء و طلباء و شعراء بلکہ تمام عوام و خواص کے لئے آپ محترم تھے اور سبھی آپ کے مداح تھے۔

منشی معصوم علی صاحب عرف جلال شاہ نے فقیہ اہلبیت کی شان میں ایک طولانی قصیدہ تصنیف کیا تھا جسکے چند اشعار نذر ناظرین ہیں۔

قبلہ و کعبۂ دارین فقیہہ ذیشاں
افتخار علماء افسر اہل عرفاں
صاحب ورع وصفا تابع احکام خدا
عالم و عادل و عابد شرف متقیاں
بارک اللہ عماد العلماء سلمکم
حبذا اعلم عالی گہر والاشاں
وصف ذرہ سے ہو کیا مہر منور کا رقم
میں ہوں اک ذرۂ ناچیز وہ مہر تاباں
سر پہ سب شیعوں کے دنیا میں انہیں اے معصوم
صدوی سال سلامت رکھے خلاق جہاں

ارتحال پُر ملال:

سرکار شریعتمدار نے تقریباً ایک مہینہ پندرہ دن علیل رہ کر بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء بروز پنجشنبہ بوقت ظہر داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب بعد تجہیز و تکفین فقیہ اہلبیت کا تابوت اٹھایا گیا تو جنازہ کے آگے علم مبارک تھا، صدائے گریہ و بکائے مومنین و نعرۂ تکبیر و تہلیل و تلاوت آیات قرآنی سے علاقہ گونج رہا تھا۔ تابوت کے

قریب سے بار بار یہ آواز بلند ہوتی تھی۔ ''یہ جنازہ ہے نائب امام کا۔ یہ جنازہ ہے ہادیٔ انام کا'' جس کو سن کر مجمع تڑپ کر گریہ کرتا تھا غرضکہ کثیر مجمع، گریہ و بکا کا کہرام اس بات کا ثبوت فراہم کر رہا تھا کہ آج دنیا سے شیعان ہند کا ہمدرد و مخلص ہادی اٹھ گیا ہے۔

نماز جنازہ علیین مآب کے ہمشیر زادہ و خویش و جانشین قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد امام جمعہ مسجد آصفی نے پڑھائی اور پھر روتے بلکتے مجمع کے درمیان یہ آفتاب علم و عمل حضرت غفرانمآب و سید مہدی بن غفران مآب کی قبروں کے درمیان سپرد لحد ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

'چراغے ہند گل' سے خاتم المتفقہین کی تاریخ وفات نکلتی ہے ۱۳۲۳ھ

مصنفات و مولفات علیین مآب

۱۔ فرائد بہیہ (عربی) در مسائل فقہیہ استدلالی مطبوعہ ۱۳۰۹ھ ۲۔ حاشیہ بر شرح کبیر کتاب الطہارت (عربی۔ غیر مطبوع) ۳۔ یواقیت فی احکام المواقیت (عربی۔ غیر مطبوعہ) ۴۔ خزائنہ المسائل حصہ اول در علم کلام ۵۔ خزائنہ المسائل حصہ دوم (کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ۔ اردو مطبوع ۶۔ خزائنہ المسائل حصہ سوم در اصول فقہ (عربی۔ غیر مطبوع) ۷۔ خزائنہ المسائل حصہ چہارم ۸۔ حواشی شرح لمعہ (عربی غیر مطبوعہ) ۹۔ حواشی زبدۃ الاصول در اصول فقہ (عربی۔ غیر مطبوع) ۱۰۔ حواشی مبادی الاصول در اصول فقہ (عربی غیر مطبوع) ۱۱۔ حواشی نتائج الافکار در اصول فقہ (عربی۔ غیر مطبوع) ۱۲۔ حواشی تشریح الافلاک، در علم ہیئت ۱۳۔ شرح شافیہ در علم صرف (عربی۔ غیر مطبوعہ) ۱۴۔ حواشی بر شرح جامی در علم نحو (عربی) ۱۵۔ نخبۃ الاذکار (اوراد۔ فارسی) ۱۶۔ رسالہ ہدایت العوام در فقہ و عقائد (اردو۔ مطبوعہ) ۱۷۔ تحفۃ المومنین در فقہ ۱۸۔ تحفۃ العابدین در فقہ ۱۹۔ زاد المسافرین ۲۰۔ رسالۂ طہارت نسواں در فقہ ۲۱۔ ترجمۂ احکام النساء در فقہ مع حواشی ۲۲۔ تشحید الاذہان فی ارکان الایمان در اصول دین (عربی با ترجمہ اردو غیر مطبوعہ) ۲۳۔ معرب عین الحیوٰۃ ۲۴۔ رسالہ در مصائب حضرت سید الشہداء (عربی) ۲۵۔ موعظہ فاخرہ (اردو) ۲۶۔ عقائد امامیہ اثنا عشریہ (مطبوعہ۔ اردو) ۲۷۔ جدول احکام ضروریہ (اردو۔ مطبوع) ۲۸۔ تحفۃ السائلین (مطبوعہ) ۲۹۔ کفایۃ السائلین در فقہ (اردو۔ مطبوع) ۳۰۔ دفع الشبہات (اردو۔ مطبوعہ) ۳۱۔ احکام مصطفویہ در فقہ مترجمۂ مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری (مطبوعہ) ۳۲۔ جوابات مسائل مشکلہ ۳۳۔ مفتاح الجنۃ ۳۴۔ نجاۃ الدارین ۳۵۔ عجالہ مغمہ در عقد کلثوم (تاریخ۔ مطبوعہ) ۳۶۔ شرح دعائے عدیلہ (مطبوعہ) ۳۷۔ زینۃ العباد ۳۸۔ سوال و جواب (فارسی) ۳۹۔ قول فصل در وقف و وصل در علم تجوید (فارسی۔ مطبوعہ) ۴۰۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اردو۔ مطبوعہ) ۴۱۔ ارشاد المزکین (اردو۔ مطبوعہ) ۴۲۔ مناقب و فضائل (اردو۔ مطبوعہ) ۴۳۔ مجموعۂ مسائل (اردو مطبوعہ) ۴۴۔ جواب مسائل (اردو مطبوعہ) ۴۵۔ مسائل حسینیہ (اردو۔ مطبوعہ)

سہ ماہی صحیفہ فون: 05825-20428
ایڈیٹر: سید عازم حسین عزمؔ
زر اشتراک: ۱۲۵/ روپیہ سالانہ
ترسیل زر کا پتہ: مدرسہ جامعہ محمدیہ، قصبہ سیتھل ضلع بریلی یو۔پی

ہماری توحید (ہندی) و توحید میل (اردو) پندرہ روزہ
چیف ایڈیٹر: سید سبط محمد نقوی
ترسیل زر کا پتہ: حسینیہ غفرانمآب، مولانا کلب حسین مارگ، چوک لکھنؤ فون: 260692

قدوۃ العلماء

سر پرست شیعیان ہند کفیل الیتامیٰ والمساکین محسن الامت جناب مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ بانی آل انڈیا شیعہ کانفرنس وآل انڈیا شیعہ یتیم خانہ وشیعہ بیت المال ومحرک شیعہ کالج لکھنؤ

.....از سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی

سلسلۂ نسب پدری:۔

قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب مجتہد بن مولانا سید کلب عابد بن مولانا سید کلب حسین جائسی مجتہد بن رئیس العلماء مولانا السید ولی محمد حسین صاحب قبلہ جائسی مجتہد بن مولوی سید علی سجاد بن ملا سید فصیح اللہ بن ملا یوسف علی (استاذ بہادر شاہ ظفر) بن ملا سید عصمت اللہ (صدر الصدور، دہلی) بن ملا سید لطف اللہ بن مولوی سید بدیع الزماں بن میر فتح اللہ بن سید ارشد بن سید سلیمان بن سید ذکریا جائسی (فاتح دوم نصیر آباد) بن سید خضر بن سید تاج الدین بن سید نصیر الدین جائسی (فاتح اول پٹا کپور۔ نصیر آباد) بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن اشرف الملک سید شرف الدین بن انجع العصر ملا نواب نجم الملک سید نجم الدین سبزواری فاتح جائس (المدفون بارض بنارس) الخ

سلسلۂ نسب مادری:۔

قدوۃ العلماء سبط عمدۃ العلماء مولانا سید محمد ہادی مجتہد بن آقا السید مہدی مجتہد بن محی الملت والدین مجدد الشریعت مجتہد اعظم ہند مولانا السید دلدار علی نقوی نصیر آبادی غفران مآب رحمہ اللہ۔

ولادت:۔

مولانا سید کلب صادق مجتہد المشہور بہ جناب قدوۃ العلماء سید آقا حسن صاحب نقوی اکمل (تاریخی نام افتخار ۱۲۸۲ھ) ۶/ربیع الاول ۱۲۸۲ھ و ۱۸۶۵ء کو بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔

اسلافِ قدوۃ العلماء

بہت سی نامور ہستیوں کا ذکر حضرت غفران مآبؒ کے تذکرہ میں ہو چکا ہے۔ جن کا ذکر نہیں ہوا انہیں پر طائرانہ نظر ڈالنا مقصود ہے۔

آپ کے اجداد میں ملا سید عصمت علامہ زمان و صدر الصدور دہلی تھے جن کے فرزند ارجمند ملا سید یوسف علی بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہند کے اتالیق تھے جسکے صلہ میں ضلع رائے بریلی میں جناب کو بہت سے دیہات معافی میں ملے تھے۔ ملا یوسف علی کے فرزند ملا سید فصیح اللہ بھی علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے بیٹے مولوی سید علی سجاد بھی صاحب علم و فضل تھے اور آپ ایسے بلند اقبال و خوش بخت انسان تھے جنہیں اللہ نے ایسا بیٹا عطا کیا جسے زبانوں اور قلموں نے مبلغ عظیم، رئیس العلماء اور مجتہد کہا بھی لکھا بھی

یعنی مولانا سید ولی محمد حسین عرف مولانا مینڈو جائسی صاحب طاب ثراہ، جنہوں نے تبلیغ اسلام و خدمت قوم میں عمر بسر کی اسوقت جب ذرائع سفر کم اور سست تھے جذبہ ترقی مذہب و قوم کے سبب سفر آپ کا مقدر تھے اور یہی شوق اشاعت دینی و خدمت قومی آپ سے آج تک آپ کی نسل میں وراثۃً چلا آ رہا ہے۔

قاضی الحاجات پروردگار سے رئیس العلماء کو دو اہل علم و فضل فرزند ملے پسر بزرگ مولانا سید کلب حسین نقوی جائسی مجتہد اور پسر خرد مولانا سید مہدی رضا نقوی المعروف بہ سید کلب حسن صاحب تھے۔ رئیس العلماء کے دونوں فرزندوں میں مشہور و نامور مولانا سید کلب حسین صاحب ہوئے جو رئیس العلماء کے جانشین بھی تھے۔

معتبر افراد نے لکھا ہے کہ مولانا سید ولی محمد حسین صاحب کے یہاں کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ ہر بچہ زچہ خانہ کے اندر ہی مر جاتا تھا جب اس منور قسمت (مولانا سید کلب حسین) نے غمخانۂ عالم فانی میں قدم رکھا تو یوم عاشور تھا۔ گھر خاندان کے لوگ عزائے سید الشہداء میں مصروف تھے۔ باپ بعد طہارت گھر سے متصل اپنے حسینیہ (واقع محلہ کردانہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی) میں لائے اور عزاخانے میں سامان عزا کے سائے میں اس دعا کے ساتھ ڈال کر رخصت ہو گئے کہ مولا اس عزادار کو بچا لیجئے۔ بچہ زندہ رہا تو اسے کلب حسین کے نام سے یاد کیا۔ یہ وفاداری کی علامت لفظ یعنی ''کلب'' اس خاندان وفادار محمدؐ و آل محمدؐ کیلئے سرمایۂ افتخار ہے بلکہ یہ لفظ اب اس خاندان میں نہ محدود رہ کر کے اور بہت سے امور کی طرح بصورت تائید و تقلید ہند و پاک میں مستعمل ہے۔

مولانا سید کلب حسین کی ذات والاصفات کا کیا کہنا، جنکی حیات ہی عطیۂ سید الشہداء اروا حنالہ الفداء ہو وہ ان کے مشن کیلئے کیا نہ کریگا چنانچہ کلب حسین صاحب نے اپنی زندگی کو تبلیغ دین خدا اور ترویج عزائے سید الشہداء علیہ السلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔

اس غلام پنجتن کو قسام ازل نے پانچ بیٹے مرحمت فرمائے اور پانچوں علمائے باعمل و ناشرین علوم اہلبیت علیہم السلام تھے۔

۱۔ اعلم العلماء مولانا سید کلب باقر نقوی جائسی مجتہد متوطن و مدفون کربلائے معلیٰ پدر بزرگوار جناب مولانا و مقتدانا سید کلب مہدی نقوی مجتہد العصر والزماں و مولانا سید عبدالمہدی صاحب قبلہ مجتہد و مولانا سید محمد مہدی صاحب قبلہ مجتہد (مولانا سید کلب باقر صاحب و مولانا سید کلب مہدی صاحب دونوں باپ بیٹے امامان جماعت روضۂ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام و معلمان درس خارج اور عربی زبان کے عظیم شاعر و ادیب تھے)

۲۔ مولانا سید کلب عابد نقوی جائسی امام جمعہ و جماعت ریاست عالیہ نانپارہ و پدر عالیقدر قدوۃ العلماء۔

۳۔ مولوی سید کلب جعفر نقوی جائسی پدر محترم مولوی سید کلب احمد مائی جائسی و فخر قوم خانبہادر جناب سید کلب عباس نقوی ایڈوکیٹ و فخر وطن سید کلب مصطفیٰ نقوی ایڈوکیٹ وغیرہم

۴۔ مولانا سید کلب رضا نقوی جائسی خویش سند المجتہدین علامہ جائسی مولانا سید علی حسن نقوی مجتہد

۵۔ مولانا سید کلب عسکری نقوی جائسی امام جمعہ و جماعت ریاست نانپارہ و پدر سید کلب ذکی صاحب

داوا مرحوم جناب مولوی سید رضا محمد نقوی رضا جائسی تلمیذ حضرت مائی جائسی نے خانبہادر فخر قوم سید کلب عباس نقوی جائسی ایڈوکیٹ کے سانحۂ ارتحال پر جو تعزیتی مسدس لکھا تھا (جو سرفراز لکھنؤ کے کلب عباس نمبر میں شائع ہوا ہے) اس میں مشاہیر جائس کے تذکرے کے بعد کہتے ہیں

شان مرحوم کے گھر کی بھی ہے اب پیش نگاہ
کیا شرف حق نے دیا ہے اسے اللہ اللہ

عصمت اللہ سا اس گھر کا ہے مورث ذی جاہ
علماء اس کے سدا دیں کے رہے پشت پناہ
آج بھی چشمۂ خیر و برکت جاری ہے
اس گھرانے پہ ابھی تک کرم باری ہے
اس گھرانے نے دیئے دہر کو دو کلب حسین
ایک تھا معجزۂ سبط رسول الثقلین
دوسرا زینتِ منبر بھی تھا مسجد کا بھی زین
ذاکر شام غریباں دل زہرا کا چین
فضلِ خالق سے عجب اس نے گہر پائے ہیں
لال پائے ہیں کہ دو شمس و قمر پائے ہیں
نہ فقط ہند تک اس گھر کی ہے دنیا محدود
اس کے افراد کا ہے کرب و بلا میں بھی وجود
تھا ز بس جذبۂ خالص سے وہاں اس کا ورود
اس کو سرکار حسینی نے دیا نام و نمود
کسی ہندی نے جو پائی نہ وہ عزت دے دی
بھائی کے روضہ کی اس گھر کو امامت دے دی

والد ماجد قدوۃ العلماء

مولانا سید کلب عابد نقوی جائسی داماد عمدۃ العلماء مولانا السید محمد ہادی مجتہد

آپ جائس میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے والد ماجد و دیگر علمائے عظام سے حاصل کی ریاست نانپارہ میں اقامت جمعہ و جماعت فرماتے تھے۔ نہایت عابد و زاہد تھے۔ ریاست میں لوگ اور رانی صاحبہ و راجہ صاحب آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

آپ کے سلسلے میں ایک واقعہ اس زمانہ کا مشہور ہے جب آپ لکھنؤ میں سکونت پذیر تھے کہ آپ کے مکان کے باہری حصہ میں ایک جامن کا درخت جسے جوان ہوئے عرصہ ہو گیا تھا مگر پھل نہ دیتا تھا۔ ایک دن مصاحبین بیٹھے ہوئے تھے عقیمہ و غیر عقیمہ کا ذکر نکلا مولانا نے فرمایا کہ بعض ادعیہ و تعویذات ایسے ہیں کہ اگر ان کا استعمال کیا جائے تو ضرور حمل رہے اور بچہ پیدا ہو بلکہ عورت پر کیا منحصر اگر درخت کوئی پھل نہ لاتا ہو اور اس پر باندھ دیا جائے تو وہ بھی پھل لانے لگے۔ کسی نے کہا یہ درخت جامن جو سامنے موجود ہے مدتیں ہو گئیں بار آور نہیں ہوتا اسی پر تجربہ کیا جائے یہ سن کر مولانا اندر تشریف لے گئے اور تعویذ لکھ کر لائے اور اس شجر غیر مثمر پر بندھوا دیا اگر چہ جامن کی فصل نہ تھی مگر چند ہی دن میں وہ شجر بے ثمر پھول لایا اور خوب پھلا پھر جب تک وہ درخت باقی رہا خلاف فصل اسی زمانے میں پھولتا پھلتا رہا۔

ایک بار مولانا موصوف اور رئیس جرول حاجی سید ظہور حسین صاحب جرول سے لکھنؤ آرہے تھے۔ زمانہ بارش کا تھا، دریائے گھاگرا میں طغیانی تھی، کشتی والے عبور دریا سے انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ ابر گھرا ہوا ہے اگر پانی برسنے لگا تو دشواری ہو جائے گی۔ مولانا نے اصرار کیا اور فرمایا کہ ناؤ پر ایک بوند پانی نہ پڑنے پائے گا آخر ایک کشتی والا راضی ہوا اور یہ دونوں صاحبان کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی روانہ ہوئی، مولانا نے دو تعویذ لکھ کر کشتی میں ڈال دیئے اتفاقاً بہت شدت و کثرت سے بارش ہونے لگی مگر ناؤ پر اور ناؤ کے سواروں پر ایک قطرہ پانی نہ پڑتا تھا یہاں تک کہ ناؤ عبور کر کے دوسرے کنارے تک پہونچ گئی۔

جب مولانا کلب عابد صاحب نے قصد سفر عتبات عالیات کیا تو اپنے والد ماجد مولانا سید کلب حسین صاحب کو بعد اصرار و التماس ریاست نانپارہ لے گئے اور خود زیارات عتبات عالیات کیلئے روانہ ہوئے عتبات عالیات کی زیارتوں سے فارغ ہو کر مشہد مقدس رضوی میں ۱۲۸۳ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے والد تا حیات ریاست نانپارہ میں مقیم رہے اور اقامت جمعہ و جماعت و وعظ مسائل ضرور یہ فرماتے تھے۔ ریاست اہلسنت کی تھی مگر مولانا کلب حسین کے اخلاق و تقدس و علم کے سنی شیعہ

وفات جنت مآب ۲۲ رمضان ۱۲۸۹ھ نومبر ۱۸۷۲ء

سب معترف تھے جدھر سے جناب گزرتے لوگ اپنی دوکانیں یا اپنے کام چھوڑ کے تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ مولانا کے انتقال کے بعد آپ کے چھوٹے بیٹے مولانا سید کلب عسکری صاحب نے خدمت دین و امامت جمعہ جماعت کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ جب مولانا سید کلب عسکری صاحب کا بھی انتقال ہو گیا تب مولانا سید آقا حسن صاحب کی خواہش پر مکرم العلماء عمدۃ الفقہاء مولانا سید سجاد حسن زیدی مجتہد طور جونپوری نے اس منصب کو قبول فرمایا۔

تربیت و تعلیم قدوۃ العلماء:۔

قدوۃ العلماء تقریباً ڈیڑھ سال کے تھے جب آپ کے والد ماجد کا مشہد مقدس رضوی میں انتقال ہو گیا اور چند مہینے بعد ہی یعنی جب آپ دو برس کے ہوئے تو والدۂ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے کر پیوند خاک حسینیۂ غفرانمآب ہوئیں۔

جب قدوۃ العلماء کے سر پر والدین کا سایہ نہ رہا تو آپ کے چھوٹے ماموں فقیہ اہلبیت سرکار شریعتمدار عماد العلماء مولانا السید مصطفیٰ المعروف بہ جناب میر آغا صاحب علیین مآبؒ نے اپنی اولاد کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔ پانچویں سال جناب ممتاز العلماء فخر المدرسین مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ جنت مآب طاب ثراہ نے رسم تسمیہ خوانی ادا فرمائی۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم مولانا مرزا کاظم حسین صاحب شاگرد عماد العلماء سے حاصل کی پھر مدرسۂ ایمانیہ واقع حسینیہ جناب زبدۃ العلماء مولانا سید علی نقی صاحب طاب ثراہ (فرزند سید العلماء مولانا سید حسین علیین مکان) میں صرف و نحو اور دینیات کی چند کتابیں مولانا مرزا قاسم علی صاحب کشمیری سے پڑھیں۔

اس کے بعد صرف و نحو، فلسفہ و منطق اور فقہ و ادب کی کتابیں جناب مولانا سبط محمد صاحب (ابن خلاصۃ العلماء سید مرتضی ابن سلطان العلماء) سے پڑھیں پھر معقولات و منقولات و فقہ و اصول کی اعلیٰ تعلیم بحر العلوم شمس العلماء سید محمد حسین مجتہد المعروف بہ جناب علن صاحب (ابن ملک العلماء مولانا سید بندہ حسین مجتہد مغفرت مآب ابن رضوان مآب) ملاذ العلماء مولانا السید ابو الحسن مجتہد المعروف بہ جناب بچھن صاحب (ابن ملک العلماء) عماد العلماء علیین مآب میر آغا صاحب اور تاج العلماء الحاج مولانا علی محمد صاحب مجتہد (ابن سلطان العلماء) اعلی اللہ مقامھم سے حاصل کی۔

شادی:۔

قدوۃ العلماء کی شادی عماد العلماء کی بیٹی سیدہ امۃ الزہرا بیگم سے ہوئی تھی جو بہت پاکیزہ نفس و صاحب علم و حیا خاتون تھیں۔

زیارات عتبات عالیات و تعلیم:۔

آپ عراق چار بار زیارات کے لئے تشریف لے گئے اور ہر بار سال سال بھر قیام کیا اور کربلا و نجف میں آقا شیخ علی یزدی صاحب، آقا سید محمد ہاشم صاحب قزوینی، آقا شیخ ہادی شاگرد آقا محمد حسن شیرازی، آقا شیخ محمد حسین مازندرانی، آقا شیخ زین العابدین مازندرانی، آقا مرزا محمد حسین شہرستانی، آقا شیخ محمد حسن مامقانی، آقا سید کاظم طباطبائی اور اپنے عم بزرگوار آقا السید کلب باقر نقوی جائسی اعلی اللہ مقامھم کے دروس خارجی میں شریک ہوتے رہے۔

آقا شیخ محمد حسین مازندرانی سے ۱۳۰۷ھ میں اور آقا شیخ زین العابدین مازندرانی، آقا شیخ محمد حسن مامقانی اور آقا مرزا محمد حسین شہرستانی سے ۱۳۱۱ھ میں اجازات اجتہاد حاصل کئے۔ ۱۳۱۲ھ میں عماد العلماء میر آغا صاحب نے بھی اجازۂ اجتہاد مرحمت فرمایا۔

صاحب تذکرۂ بے بہا فرماتے ہیں کہ بعد انتقال بحر العلوم میں نے علامہ کنتوری سے پوچھا کہ علماء لکھنؤ میں اب فقیہ زیادہ کون ہے تو علامہ نے آپ ہی (قدوۃ

العلماء) کا اسم گرامی فرمایا۔

امامت جمعہ مسجد آصفی:۔

۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ بروز پنجشنبہ محب و محبوب خال و خسر نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان (فقیہ اہلبیت عماد العلماء السید مصطفیٰ صاحب) کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔ رحلت کے تیسرے روز مجلس ترحیم ہوئی جس میں عظیم مجمع تھا۔ مجلس میں شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد نے حالات عماد العلماء کے بعد قدوۃ العلماء کی بلندیٔ کردار و عظمت علم و عمل کی تعریف اور توصیف فرما کر مصائب سید الشہداء علیہ السلام پڑھے۔ بعد ختم مجلس بحر العلوم شمس العلماء مولانا سید محمد حسین مجتہد عرف جناب علّن صاحب قبلہ اور فضائل مآب ڈپٹی مولانا سید علی اکبر صاحب قبلہ فرزند سلطان العلماء نے خلعت تعزیت و جانشینی یعنی سیاہ عبا و عمامہ اپنے ہاتھوں سے قدوۃ العلماء کو پہنایا اور جناب موصوف سے مصافحہ کیا۔

اور خود عماد العلماء نے اپنی زندگی ہی میں قدوۃ العلماء کی جانشینی کا اعلان فرما دیا تھا چنانچہ بعد عماد العلماء طاب ثراہ قدوۃ العلماء چھٹے امام جمعہ ہوئے یعنی غفرانمآبؒ کے بعد رضوان مآبؒ بعدہٗ جنت مآبؒ بعدہٗ شمس العلماء مولانا سید محمد ابراہیم بعدہٗ عماد العلماء بعدہٗ قدوۃ العلماء اس منصب جلیل پر فائز ہوئے (یہ سلسلہ آج تک آپ کی نسل میں چل رہا ہے یعنی قدوۃ العلماء کے بعد ان کے فرزند ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ اور ان کے بعد صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب اور آج رحمت مآب کے جانشین معین الشریعت مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ امام جمعہ مسجد آصفی ہیں۔

مولانا آقا حسن صاحب اپنے علم و عمل سے خواص پسند ہوتے ہوئے عوام خصوصاً پریشان حال افراد کے کفیل و سرپرست مجتہد تھے۔ وہ محنتی و جفاکش، پرہیزگار و دیانتدار، بے تصنع و بے تکلف، ہمدرد و غمگسار ملت اور محب و مصلح قوم تھے۔

خدمات قدوۃ العلماء

صاحب مطلع انوار مولانا الحاج سید مرتضیٰ حسین صاحب رقم سنج ہیں کہ "مولانا بڑے فعال، بیدار مغز اور اصلاح پسند تھے۔ طلباء سے محبت فرماتے تھے۔ ہیئت میں مدرس کامل سمجھے جاتے تھے۔ وہ بیحد مصروف تھے مثلاً مسجد آصف الدولہ میں نماز جمعہ و عیدین، نواب میر اصغر حسین صاحب (نرہی) کے منیجر ۱۹۰۹ء سے وقف فخر الدین حسین (بہار) کے مختار تھے۔ پورے ملک سے مسائل کی دریافت و سوال و جواب اس کے باوجود انہوں نے ملک گیر ترقی کے لئے قومی حقوق و فرائض کا جائزہ لینے اور جدید رجحانات سے ہم آہنگ ہونے کی خاطر ۱۳۱۹ھ میں انجمن صدر الصدور قائم کی جو ۱۳۲۳ھ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے نام سے موسوم ہوئی۔

۱۔ ماہنامہ "معالم" اور اخبار "الناطق"

مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ تاریخ لکھنؤ حصہ دوم صفحہ ۱۳۱ پر راقم ہیں کہ دنیائے صحافت کو معلوم ہو کہ پہلا پرچہ ماہنامہ "معالم" انہوں نے (قدوۃ العلماء) نے نکالا اور پہلا اخبار "الناطق" ان کے گھر سے نکلا۔

سوانح حیات حضرت غفران مآب میں بھی آپ کا بیان ہے کہ قدوۃ العلماء سید آقا حسن مجتہد ...... قوم میں بیداری کی روح پھونکنے والے ماہنامہ معالم اور ہفتہ وار "الناطق" کے بانی تھے۔ ("الناطق" میں ہر ہفتہ دو صفحہ پر آپ کی تفسیر شائع ہوتی تھی)

پہلے قدوۃ العلماء نے فقیہ اہلبیت عماد العلماء سید مصطفیٰ صاحب کی سرپرستی میں مطبع عماد الاسلام قائم کیا جسکی غرض و غایت حضرت غفران مآب و آل غفران مآب کی کتابوں کو یا ان کے ترجمے کر کے شائع کرنا ساتھ ہی دیگر

مصنفین کی کتابیں شائع کرنا تھی۔

مطبع عماد الاسلام کے قیام کے بعد ۱۳۱۸ھ میں ماہوار علمی رسالہ "معالم" دفتر کارخانہ، عماد الاسلام سے شائع کیا جسکے مولف خود قدوۃ العلماء اور مالک کارخانہ عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ تھے۔ اخبار "الناطق" کی طرح برسوں شائع ہوا جس میں عماد العلماء کے فتاوے عموماً ابتدا میں شائع ہوتے تھے۔

ماہنامہ "معالم" اور ہفتہ وار "الناطق" کے اغراض و مقاصد

ہر قسم کے اعلیٰ درجہ کے مضامین علمی و تاریخی و اخلاقی و تمدنی و مذہبی اور مسائل علمی و احادیث اور ایسے مضامین جو مفید ہوں اور خلاف شرع و مذہب و قانون نہ ہوں، ملک کے عالی خیال لوگوں کی خدمت میں پیش کرے تاکہ ہر قسم کے علم و فن سے آگاہی حاصل ہو ساتھ ہی لوگ اخبار و حالات شیعیان ہند بلکہ شیعی دنیا کے اخبار و حالات سے واقف ہوں۔

۲۔ انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ لکھنؤ اور اس کے اغراض و مقاصد

کئی مہینے پہلے سے قدوۃ العلماء ایک اصلاحی و سماجی ادارہ کی تشکیل کیلئے قلم و زبان سے کوشاں تھے۔ آخر کار آپ کی تحریک و کوشش سے انجمن امامیہ ملقب بہ انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ خاص حمایت قومی و جملہ ترقی معاد و معاش کے لئے بہ سرپرستی جناب قبلہ و کعبہ مجتہد العصر و الزمان سرکار شریعتمدار عماد العلماء جناب السید مصطفیٰ صاحب مقرر و منعقد ہوئی۔ جس کے ذریعہ اشاعت دین و دینیات اور قوم میں نظام تجارت رائج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ طے ہوا کہ انجمن تجارت کی طرف جماعت شیعہ کو متوجہ کرے گی۔ ہر مقام پر شاخیں تجارت کی جاری کرے گی اور خود بھی تجارت کرے گی۔ اعانت علماء و طلباء و اجرائے مدارس و ترمیم و تعمیر عزاخانہ و مساجد و اعانت محتاجین و اشاعت مواعظ و علوم و دیگر امور صلاح عامہ مومنین شیعہ اثنا عشریہ و تعلیم حرفت و صنعت و دستکاری و تعلیم علم طب وغیرہ حسب امکان کریگی۔ اس انجمن کو گورنمنٹ عالیہ سے سوائے خیر خواہی اور کسی پولیٹکل معاملہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہر شہر و دیہہ میں اس انجمن کی شاخیں ماتحت اس انجمن کے قرار دی جائیں گی اور وہی ماتحت انجمنیں شاخیں تجارت کی بھی جاری کریں گی اور نگرانی ان کی کریں گی۔

انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ کا پہلا جلسہ ۵ر جولائی ۱۹۰۲ء مطابق ۱۷ر ربیع الاول ۱۳۱۹ھ یوم جمعہ بوقت ۸ر بجے صبح سے ۱۰ر بجے صبح تک بصدارت سرکار شریعتمدار عماد العلماء سید مصطفیٰ مجتہد منعقد ہوا جس میں منصوبوں پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

سب سے پہلے انجمن کے سرمایہ مستقل کیلئے ایک بکڈپو دفتر عماد الاسلام جوہری محلہ لکھنؤ میں کھولا گیا جسکے مالک مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ تھے۔

شوال المکرم ۱۳۲۱ھ میں تورع مآب تقدس انتخاب مولانا سید یوسف علی صاحب چشماز و واعظ انجمن کی طرف سے مقرر کیے گئے تاکہ وہ مقامات مختلفہ یعنی شہروں، قصبوں اور گاؤں میں دورہ کریں اور دس دس پندرہ پندرہ دن رہ کر اقامت جمعہ و جماعت کریں اور وعظ و نصائح و تعلیم دین و دینیات و مسائل ضروریہ کرتے رہیں۔

اسی کے ساتھ قدوۃ العلماء لوگوں کو تجارت کی طرف بھی تیزی سے متوجہ کرنے لگے۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس ۱۹۵۷ء کلکتہ کے خطبۂ صدارت اجلاس میں ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب مجتہد نے بیان فرمایا کہ "میرے والد مرحوم قدوۃ العلماء نے اکثر اپنے اعزا کو غلے اور کپڑے کی دو دکانیں کھلوا دیں اور خود بھی ان دکانوں پر جا کر بیٹھے۔۔۔۔۔ اور بعض دن

میں خود اور بعض دیگر حضرات ٹھیلہ لے کر شہر میں نکلے اور معمولی چیزیں جیسے سگریٹ، بیڑی اور بسکٹ وغیرہ فروخت کئے۔''

٣۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس

١٣٢٣ھ مطابق ١٩٠٧ء میں انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ کا نام آل انڈیا شیعہ کانفرنس کر دیا گیا جس کے آہستہ آہستہ بہت سے شعبے قائم ہوئے مثلاً ١۔ سرفراز مینیجنگ بورڈ (جسکے تحت سرفراز اخبار جاری ہوا اور سرفراز قومی پریس و سرفراز قومی بکڈپو قائم ہوئے)۔ ٢۔ آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ ٣۔ لسان القوم صفی دار المطالعہ و لائبریری قومی گھر نادان محل روڈ لکھنؤ ٤۔ قومی گھر آل انڈیا شیعہ کانفرنس نادان محل روڈ لکھنؤ۔

اجلاس چہل آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقدہ ٢٩/٢٨ دسمبر ١٩٥٥ء بمقام میرٹھ حجۃ الاسلام والمسلمین تقدس مآب سرکار عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین نقوی صاحب قبلہ مجتہد نے خطبۂ صدارت میں فرمایا۔

''آج میں جس کانفرنس کے فرائض صدارت انجام دینے کے واسطے حاضر ہوا ہوں اس کانفرنس نے اور میں نے ایک ہی آغوش میں پرورش پائی۔ منزل تربیت ایک تھی، مرکز نشو و نما ایک تھا یعنی میرے والد مرحوم حضرت قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے ١٩٠٧ء میں اس کانفرنس کی بنیاد رکھی اور سرکار نجم الملت اور سرکار ناصر الملت طاب ثراہما نے اس کے استحکام میں ہر کوشش صرف فرمائی۔ مجھ کو وہ وقت یاد ہے جب اس کا نام انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ تھا۔ آج تو دنیائے شیعیت علماء کو تنگ نظر، قدامت پسند، سیاست سے بے خبر بھی کچھ کہنے پر تیار ہے مگر آپ یاد رکھیں کہ یہ بزم شورائی یہ مہد دو جمہوریت کا مرکز علمائے مذہب کے ذہن رسا کی ایجاد و اختراع ہے۔ جس وقت فدایان طرز جدید بالکل خاموش اور بے خبر تھے اس وقت عالمان دین ہی نے ضروریات زمانہ کو محسوس کرتے ہوئے کانفرنس کی تشکیل کی۔ علماء ہی نے بڑھایا۔ کامیاب بنایا۔ اس شجر کی آبیاری کر کے قابل برگ و بار بنایا اور آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ؎

سپردم بتو مایہ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

پہلے ہی جلسہ میں اس کا نام مختصر کر کے آل انڈیا شیعہ کانفرنس قرار دیا گیا جو آج زبان زد خاص و عام ہے۔

اس کانفرنس نے عالم رنگ و بو میں آنکھ کھولتے ہی دینی و دنیاوی میدان میں عملی اقدامات شروع کر دیے۔ واعظین و مبلغین معین کئے گئے جو تمام ہندوستان میں دورہ کر کے قوم کی دینی و دنیاوی خدمات انجام دیں۔ دار التالیف اور دار الترجمہ قائم کیا گیا۔ شیعوں کی اقتصادی اصلاح کے پروگرام بنائے گئے۔ شیعہ شوگر فیکٹری کا افتتاح کیا گیا۔ ابتدائی تعلیم کا مدرسہ قائم کیا گیا۔ دار المطالعہ کھولا گیا، طلبہ کے وظائف جاری کرنے کی تحریک پیش ہوئی اور وظائف دیے گئے۔ یتیم خانہ بھی اسی دور کی بنیاد ہے اور شیعہ کالج جو آج مچل مچل کے آغوش مادر سے باہر نکلنا چاہتا ہے وہ بھی اسی ایک اصل کی فرع ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں خدا کے فضل سے ابتک موجود ہیں اور بعض ختم ہو گئیں۔''

اسی اجلاس میں حضرت ثانی جائسی نے اپنی معرکہ آرا نظم پڑھی جو حد درجہ مقبول ہوئی۔ نظم کے صرف چار بند ضرورتاً پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک حالت پر نہیں رہتا ہے کاروبار دہر
نت نئی تعمیر میں مصروف ہے معمار دہر
منحنی ہے ابتدا ہی سے خط رفتار دہر
حادثوں کے دائرے ہیں گردش پرکار دہر
ہو تحیر عقل کو نقشہ بدل جاتا ہے یوں
عہد ماضی حال کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے یوں

یاد ہے کب اس ادارہ کی ہوئی تھی ابتدا
کس نے ڈالی اور کس مقصد سے ڈالی تھی بنا
کیسے یہ پودا اگا کیسے ہوئی نشو و نما
کس نے بہر آبیاری خون پانی کر دیا
دیکھو تو تیغ دوام سید آقا حسن
زینت عنواں ہے نام سید آقا حسن

قوم کے افراد میں دیکھا جب اس نے انتشار
کھل گیا شیرازہ بندی پہ بعزم استوار
آئے راہ سعی میں کتنے ہی دشت و کوہسار
روندتا بڑھتا گیا لیکن بہ تمکین و وقار
جب پئے اصلاح حاجت تھی امام عصر کی
آ کے نائب نے نیابت کی امام عصر کی

ہے وہ پائندہ اثر آقا حسن کے نام میں
آج تک باقی ہے جو اس گردش ایام میں
لکھنؤ کی سرزمیں لائی گئی تھی کام میں
تھا رفاہ قوم کا نقشہ رفاہ عام میں
یاد ہے اس بزم کی بنیاد کی بات آجتک
میری نظروں میں ہے سن انیس سو سات آجتک

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا پہلا اجلاس ١٩٠٧ء میں انجمن رفاہ عام لکھنؤ کی عمارت میں منعقد ہوا تھا وہ تاریخی اجلاس قدوۃ العلماء ہی نے طلب کیا تھا اجلاس کی صدارت سرکار نجم الملت طاب ثراہ نے فرمائی تھی اور صدارت مجلس استقبالیہ کے فرائض خود بانی کانفرنس نے انجام دیئے تھے۔

عرصہ بعد اس سے ملتا جلتا منظر تب لوگوں نے دیکھا جب آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا چوالیسواں شاندار نمائندہ اجلاس حسینیۂ غفران مآبؒ (جہاں بانی کانفرنس قدوۃ العلماء زیر خاک آرام فرما ہیں) میں ١٢/١١ اپریل ١٩٦٢ء کو منعقد ہوا۔ صدر جلسہ قائد اکبر جناب سیٹھ حسین بھائی لال جی منتخب ہوئے اور جس کی مجلس استقبالیہ کی صدارت کے لئے ذاکر شام غریباں سرکار صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔

اس اجلاس میں نواب تجمل حسین خانصاحب سابق صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا بیان تھا (جو سرفراز کانفرنس نمبر جون ١٩٦٢ء میں دیکھا جا سکتا ہے) کہ لکھنؤ ہمیشہ شیعیت کا مرکز سمجھا گیا ہے اسلئے آج پھر اس کانفرنس کا یہاں منعقد ہونا اپنے مرکز کی طرف پلٹنا کہا جا سکتا ہے اور اس امامباڑہ میں جو غفران مآبؒ کے نام سے منسوب ہے اور بھی مناسب ہے اسلئے کہ اسی خاندان کی اس ممتاز ہستی کے ہاتھ اس کانفرنس کی بنیاد پڑی جنھیں ہم سب قدوۃ العلماء کے نام سے آج بھی یاد کرتے ہیں۔''

٤۔ شیعہ کالج لکھنؤ

مولانا سید محمد حسین صاحب نوگانوی طاب ثراہ تذکرۂ بے بہا فی تاریخ العلماء صفحہ ٦٠ پر رقمطراز ہیں کہ ١٣١٩ھ میں آپ (قدوۃ العلماء) نے انجمن صدر الصدور قائم کی جو ١٣٢٣ھ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے نام سے مشہور ہوگئی اور اسی کانفرنس کے اجلاس ہشتم میں شیعہ کالج کا بیڑہ اٹھایا گیا اور اسی کے چندہ کے لئے آپ اور نواب سر فتح علی خاں رئیس لاہور و جنرل سکریٹری کانفرنس جانسٹھ تشریف لائے۔

صاحب مطلع انوار شیعہ کالج کی تجویز و تحریک کا آپ کو ذمہ دار مانتے ہیں یعنی محرک و تجویز کنندہ قدوۃ العلماء کو اور اس عظیم ادارہ کے بانی تین افراد یعنی خطیب اعظم شمس العلماء مولانا سید سبط حسن نقوی فاطر جائسی، الحاج نواب سر فتح علی خان صاحب کربلائی تعلقدار نواب گنج علی آباد بہرائچ و رئیس اعظم لاہور اور نواب حامد علی خاں صاحب آف رامپور کو مانتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے مگر تجویز و تحریک کے علاوہ اس کالج کو ہر اعتبار سے قدوۃ العلماء کی سرپرستی حاصل تھی۔

عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب نے

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے چالیسویں اجلاس میں بمقام میرٹھ خطبہ صدارت میں فرمایا تھا۔ "اگرچہ یہ کالج شیعہ کانفرنس سے دامن کش ہے اور اپنے کو کانفرنس کا ماتحت نہیں سمجھتا یہاں تک کہ کانفرنس کے جلسہ میں اپنی سالانہ رپورٹ بھی نہیں پیش کرتا لیکن ماں باپ کو جو محبت اولاد سے ہوتی ہے وہ محبت اولاد کو ماں باپ سے نہیں ہوتی اس لئے کالج شیعہ کانفرنس سے کتنا ہی بے فکر کیوں نہ رہے لیکن کانفرنس تو اس کی خیر اندیش ہی رہے گی اسلئے ضروری ہے کہ جہاں ہم اس جلسہ میں اور تمام چیزوں پر غور کریں وہاں شیعہ کالج سے بھی [illegible] ہیں۔

۵۔ آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ

بہت پہلے سے قدوۃ العلماء شیعہ یتیم خانہ کے سلسلے میں تحریک چلا رہے تھے آخر ان کی آرزو پوری ہی ہوئی کہ ۱۹۱۳ء میں شیعہ یتیم خانہ قائم ہوا۔

"کانفرنس نمبر" سرفراز لکھنؤ مئی ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۶

پرنسپل آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ میں سید غلام حسنین [illegible] رقمطراز ہیں کہ "ابھرتے ہوئے سورج کی [illegible] میں اس عظیم الشان ادارہ کی بنیاد دو [illegible] ایک [illegible] مکان میں پڑی۔

عالیجناب مولانا مولوی سید آقا حسن صاحب قبلہ مرحوم مجتہد کے دست حق پرست نے اس ادارہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ مولانا آغا مہدی صاحب سوانح حضرت غفرانمآب میں لکھتے ہیں کہ "قدوۃ العلماء سید آقا حسن مجتہد شیعہ کانفرنس و شیعہ یتیم خانہ کے بانی تھے۔"

قدوۃ العلماء کے اس عظیم کارنامے کے سبب آپ کے انتقال پر مولوی سید فرحت علی صاحب نقوی فرحت [illegible]

[illegible] فقدان آل سید ذوالمنن
[illegible] معین یتیم ۔۔۔ کس بیکساں بود سر و علن

ڈاکٹر سلطان محمود برق بناری اپنی تعزیتی نظم میں لکھتے ہیں کہ

قدوۃ الملت جناب مولوی آقا حسن
ہادیٔ دین محمدؐ عاشق رب زمن

نائب حجت کا سایہ آہ سر سے اٹھ گیا
کم ہے گر محشر تلک اس غم میں ہم ہوں سینہ زن

خلق بھولیں کون سا اور یاد کس کس کو کریں
نقش ہے دل پر ہمارے آپ کا خلق حسن

شفقتیں ان کی کہئے دیتی ہیں ٹکڑے قلب کے
کس قدر لبریز تھا الفت سے حضرت کا سخن

اے فلک آخر کیا یہ تیرے ظلم و جور نے
ہوگیا دارالیتامیٰ آج سے بیت الحزن

روتے ہیں کس درد سے سر پیٹ کر اپنا یتیم
زیر دامن پل رہے تھے چین سے یہ خستہ تن

کون لے گا اب خبر ان بیکسوں کی اے خدا
کون پہنائے گا ان کو عید کے دن پیرہن

بھوکے خود رہتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے انہیں
ساتھ بچوں کے کیا کرتے تھے الفت سے سخن

۶۔ ۱۳۲۶ھ میں شیعہ سنی فسادات کے موقع پر آپ نے اپنے وقار و تدبر سے معاملات سنبھالے (از مطلع انوار)

۷۔ مدرسۂ جعفریہ:۔

اس مدرسہ میں دینی و دنیاوی تعلیم کا انتظام تھا یعنی انگریزی، دینیات، عربی اور فارسی کے ساتھ صنعت و حرفت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بھی بانی قدوۃ العلماء تھے۔

۸۔ انجمن یادگار علماء:۔

اس انجمن کا افتتاح ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ میں حسینیۂ غفران مآب لکھنؤ میں ہوا جسکے بانی قدوۃ العلماء تھے۔ اس انجمن کا مقصد علماء کی کتابیں شائع کرنا تھا چنانچہ مذہبی کتابیں شائع ہوئیں مگر اہم کام عماد الاسلام (مصنفۂ غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ) کی تین جلدوں کی اشاعت ہے۔

۹۔ شیعہ بیت المال لکھنؤ

شیعہ بیت المال تمام امور معاد و معاش شیعیان اثنا عشری کی اصلاح و ترقی کے لئے قدوۃ العلماء اعلی اللہ مقامہ نے قائم کیا۔ اس کام میں قدوۃ العلماء کے معین و مددگار جناب قبلہ و کعبہ مولانا سید امجد حسین الہ آبادی صاحب، جناب قبلہ و کعبہ خطیب اعظم شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب، جناب قبلہ و کعبہ شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب، جناب قبلہ و کعبہ شمس العلماء ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ اور جناب قبلہ و کعبہ نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب جیسے علماء کرام تھے۔

اغراض و مقاصد شیعہ بیت المال:۔

۱۔ امریکن مشن کی طرح تمام شہروں، قصبوں اور گاؤوں میں مدارس دینیہ قائم کیے جائیں، واعظین و پیشماز مقرر کئے جائیں۔

۲۔ یتیم خانے اور بیوہ خانے بحسب گنجائش قائم کیے جائیں۔

۳۔ علمی و مذہبی ماہنامہ کی اشاعت ہو۔

شیعہ بیت المال کے قیام کو کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ ایک مدرسۂ دینیہ لکھنؤ میں بمقام نواز گنج قائم ہوا جس میں مولانا سید محمد صاحب کا بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ ساتھ ہی بعض نادار طلبہ و نادار ایتام کی اعانت اور کچھ نادار طلاب و ایتام اور بیواؤں کی پرورش بھی شروع ہوگئی۔ اور ایک پیشماز صاحب بیرونجات برائے اقامت جمعہ و جماعت و بیان مسائل واجبات و محرمات سفر کرنے لگے۔

۱۰۔ ماہنامہ ابلاغ

اس ماہنامہ کو قدوۃ العلماء مولانا آقا حسن صاحب قبلہ نے جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق نومبر ۱۹۲۸ء میں جاری کیا۔

ماہنامہ ابلاغ تبلیغ دین و دینیات، اشاعت مسائل و مضامین علمی و تاریخی و حمایت دین و علماء ترسیل اخبار و حالات شیعہ بیت المال کے لئے زیر حمایت جناب عمدۃ العلماء مولانا السید کلب حسین صاحب ناظر شیعہ بیت المال ابن العلامہ قدوۃ العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ متولی شیعہ بیت المال زیر ادارت عمدۃ الفضلاء وزبدۃ الذاکرین والواعظین مولانا سید سبط محمد ہادی عرف کلن صاحب قبلہ خلف الصدق حضرت عماد العلماء مولانا السید مصطفیٰ صاحب قبلہ مجتہد مطبع عماد الاسلام میں چھپ کر دفتر شیعہ بیت المال جوہری محلہ ڈاکخانہ چوک لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔

بعد قدوۃ العلماء اسی شیعہ بیت المال سے متعلق ایک شعبہ۔ "شیعہ تنظیم و حفاظت نو مسلمین" عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ نے بیادگار قدوۃ العلماء قائم کیا تاکہ غیر مسلمین کو دعوت اسلام دی جائے اور جب وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کی ہر ممکن مدد کی جائے۔

حج و زیارات عتبات عالیات:۔

قدوۃ العلماء تین بار زیارات عتبات عالیات کے لئے سفر کر چکے تھے چوتھا سفر آپ نے ۱۳۴۵ھ میں کیا اور زیارات مشہد مقدس و کربلائے معلی و نجف اشرف و سامرہ و کاظمین و حج بیت اللہ و زیارت مدینۂ منورہ سے مشرف ہوکر ۱۳۴۶ھ میں لکھنؤ واپس تشریف لائے۔

شاعری:۔

قدوۃ العلماء مصروفیتوں کے ہجوم میں کبھی کبھی شاعری بھی کرلیتے تھے نمونہ کے طور پر چند فارسی و اردو میں اشعار حاضر ہیں۔

سلام بدرگاہ عرش اشتباہ حضرت ضامن ثامن امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام

السلام اے قبہ ات ہمپایۂ عرش بریں
السلام اے روضہ ات چوں کعبہ بہر مومنیں
السلام اے بارگاہت قبلۂ اہل یقیں
السلام اے خاصۂ یزداں امام المتقیں
عالم علم لدنی مثلِ آبائے کرام
السلام اے جد تو استاد جبریل امیں
اے امام ضامن و ثامن ملقب بارضا
السلام اے آں کہ ہمنام امیرالمومنیں
اے کہ حب تو بود اجرِ رسالت بیگماں
آیت خاص مودت زیب قرآن مبیں
اے کہ از تو رونق بازار دیں مصطفیٰ
السلام اے نائب فرزند ختم المرسلیں
اے شہ دنیا و دیں بر اکملؔ عاصی نگر
حاجت او کن روا اے بادشاہ مومنیں

منقبت حضرت امیرالمومنیں علی ابن ابی طالب علیہما السلام

نہیں سائل پھرا ہے کوئی خالی باب حیدر سے
شواہد اس کے ملتے ہیں کلام خاص داور سے
ہیں شاہد ھل اتٰی کی آیتیں ایثار بیحد پر
سخاوت اونٹوں کی ادنیٰ ہے پوچھو جاکے قنبر سے
درحیدر کی دربانی شہنشاہی سے بہتر ہے
بھلا جمشید اور دارا کو کیا نسبت ہے قنبر سے
شجاعت اور فنون جنگ میں بے مثل و بے مانند
کیا حارث کو اور مرحب کو دو ٹکڑے برابر سے
اگر انصاف و قوت دیکھنا ہو آؤ خیبر میں
در خیبر کو بانٹا آپ نے کیسا برابر سے

کروں حج اور زیارت سب مشاہد کی میسر ہو
دعا مقبول ہو اکملؔ کی یارب حب حیدر سے

اولاد:

۱۔ ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین نقوی صاحب مجتہد طاب ثراہ
۲۔ نور بی بی صاحبہ مرحومہ (لاولد)

تصنیفات:۔

۱۔ رسالہ حرمان الزوجۃ عن العقار (فقہ استدلالی در عربی)
۲۔ رسالہ غسل واجب لنفسہ ہے یا واجب بغیرہ ہے
۳۔ ترجمۂ عماد الاسلام (یہ ترجمہ کچھ اجزا کا ہے)

وفات حسرت آیات:۔

جناب قدوۃ العلماء نے پنجشنبہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۷ر ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ کو رحلت فرمائی اور حسینیہ غفران مآب میں مدفون ہوئے۔

قطعات تاریخ

مولوی سید فرحت علی نقوی صاحب فرحتؔ جائسی اعلی اللہ مقامہ

چو آمد ہفتم ماہ ربیع دو میں دردا
بروز پنجشنبہ عالم دین در زوال آمد
کہ باشد عالم دین مولوی آقا حسن صاحب
کہ ذاتش چارہ ساز بیکساں و خستہ حال آمد
عماد عالماں بودہ جلال قاضیاں بودہ
کمال مفتیاں بودہ زضعفش چوں ہلال آمد
فقیہ کامل وباذل، ادیب عاقل و فاضل
کجا رفتہ ازیں عالم بہ قلبم ایں خیال آمد
دریں حیرت بدم تا شب کہ ملا شد کجا یارب
مثال برق ایں مضموں بہ فانوس خیال آمد
چو گفتہ شصت وشش سالش زعمر فاضل دوراں
ندا زد داعیٔ خالق کہ وقت ارتحال آمد
چو بشنید ایں صدائے غیب بس لبیک فرمودہ
بصد شادی بدرگاہ خدا آں کہ ذی کمال آمد
نوشتہ کلک فرحتؔ فی البدیہہ فقرۂ موزوں
"غروب ماہ اوج وعلم" ۔ سال انتقال آمد
۱۳۴۸

بیوم الخمیس آہ شد لکھنو
زفقدان تو آہ دارالمحن
زاصرار احباب سال وفات
رقم کرد فرحتؔ چنیں دفعتن
بگفت ہاتف غیب ازروئے جاں
رقم کن "قضا کرد آقا حسن"
۱۳۴۸

مولانا عالم حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ

مہر چرخ کمال بدر تقی | شد چو در مغرب لحد محجوب
بدل زار سال او گفتم | آہ آہ آفتاب کرد غروب
۱۹۲۹ء

جناب مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی مرحوم

جناب حجۃ الاسلام قدوۃ العلماء
چراغ کعبۂ دیں نور ملت بیضا
فقیہ آل محمد خلاصۂ دوراں
سپہر علم ستون شریعت غرا
اگر زروئے حسب ہیں نمونۂ اسلاف
وگر زروئے نسب ہیں سلالۃ النجبا
اگر بعلم و عمل ہیں رضی و شیخ ومفید
وگر بخلق حسن ہیں خلاصۃ الصلحا
اگر بزہد و ورع ہیں ابوذرو سلماں
وگر بصدق و صفا ہیں بجمل عرفا
بلند کرد زنیروئے بازوئے ہمت
لوائے فضل وشرف تا بہ گنبد خضرا
فروغ جلوۂ رویش بسان شمع طور
ضیائے سینۂ پاکش چو سینۂ سینا
بہ بست رخت سفر سوئے گلشن فردوس
نبود منزل پاکش خرابۂ دنیا
بفرق تاج زمرد بہ برعبائے نور
ببیں لشکوہ جمالش بہ جنت الماوا
سریر خلدز نورش گرفت جلوۂ نور
بہشت گشت منورز طلعت زیبا
عزیزؔ مصرع تاریخ شنید از رضواں
"بہ خلد منبع انوار قدوۂ علماء"
۱۳۴۸ھ

حضرت مانیؔ جائسی مرحوم

آں قدوۃ العلماء کہ بد آقائے ارباب یقین
روتافت ازدنیا و شد در جنت الماویٰ مکیں
آہ از غم دلدوز او از فرقت جانسوزاو
دل راسیہ شد دوز او جان حزیں ماتم گزیں
عقل ہمایونش بسر، خوش زیست می بزدم بسر
غافل ازایں سرتا بسر یعنی قضا است اندرکمیں
گشت از جنائش ناگہاں برہم نظام جسم وجاں
طرفے بیفکندہ کزآں شد انہدام رکن دیں
بودم بایں غم مبتلا کز بہر تاریخ آمدہ
از پیش رضوانم ندا۔ "منزل گہش خلد بریں"
۱۳۴۸ء

مولوی سید متقی حسن صاحب متقیؔ پیشنماز سری

عابدوزاہد تقی و متقی و مہتدی
رہنما و پیشوائے افضل و اعلائے من
عالم وفاضل فقیہ و مقتدا و مجتہد
مفتی و شرع متین و والی و والائے من

حاجی وزدار وُباکی عاشق نام حسین
قبلۂ دیں من وآں کعبۂ دنیائے من
خانہ دیں را عماد وسقف ایماں را عمود
گفت خود اسلام قدرو منزلت افزائے من
گو پئے تاریخ فوت آں عمید اے متقی
"عامد جنت شدند آقا حسن آقائے من"
۱۳۴۸ھ

جناب یونس حسین صاحب یونسؔ زیدپوری

اہل عرفاں عالم دیں مولوی آقا حسن
راہیٔ خلد بریں شد از گلستان جہاں
بگذر از شرح محاسن مختصر بشنو زمن
حسن خلق او عیاں حسن سلوک او نہاں
پیرو آل محمد خضر راہ معرفت
حاکم شرع نبی محکوم رب انس وجاں
خامہ یونسؔ رقمزداز پئے تاریخ فوت
"رہبر دیں مولوی آقا حسن جنت مکاں"
۱۳۴۸ھ

جناب مہذب لکھنوی صاحب مرحوم

از مردن آقا حسن پیدا شدہ رنج ومحن
محو نغاں گشتہ دل ہر مردوزن باصد الم
وقت رقم آواز غیب آمد مہذب از فلک
مولائے بیت المال کردہ زینت قصر ارم
۱۹۲۹ء

جناب سید مومن حسین صاحب وکیل فریادؔ مرحوم

جناب حجۃ الاسلام سید آقا حسن
باحترام و باعزاز قدوۃ العلماء
سن وفات سر قبرزد رقم فریادؔ
دریں مزار بصد ناز قدوۃ العلماء
۱۳۴۸ھ

مولانا محمد حسین صاحب نوگانوی مرحوم

وا دریغا وا دریغا وا دریغ
دو جہاں میں ہوگیا محشر بپا
حضرت مہدی کے نائب اٹھ گئے
افضل عالم فقیہ بے ریا
زہد میں ایثار و علم وفضل میں
رکھتے تھے امثال میں پایہ بڑا
فکر جب تاریخ کی مجھ کو ہوئی
سر گریباں میں ذرا ڈالا ہی تھا
یہ ہوا تاریخ کا مصرع ۔ بہم
"مولوی آقا حسن نے کی قضا"
۱۳۴۸ھ

منجانب انجمن حسینی جائس

حضرت آقا حسن صاحب فقیہ مؤتمن
جن کے اٹھ جانے سے ویراں ہے فقاہت کا چمن
گو بظاہر ہم سے وہ ایک نفس قدسی اٹھ گیا
دل میں لاکھوں معتقد لیکن لئے ہے انجمن
تھا عجب اوصاف ذاتی کا وہ مالک راہبر
گھر میں اک خاموش عابد بزم میں شمع سخن
امر حق میں سبط اکبر کی طرح اک جانفروش
صلح کل ذاتی مسائل میں ہے وہ مثل حسن
استقدر جو وضع کا پابند تھا کیا ہوگیا
بزم میں آتا نہیں بے چین ہیں اہل وطن
او فرشتہ خو تیری مہماں نوازی کیا ہوئی
بھا گیا کتنا تجھے قرب وجوار پنجتن
آئے ہیں اہل وطن سب، کچھ تو لے ان کی خبر
باعث تسکین ہو دم بھر کھینچ لے سر سے کفن
پیشوائے اہل عالم اب کہیں ملتا نہیں
مبتلائے غم ہے جائس کی حسینی انجمن

جناب مولانا علی غضنفر اجتہادی صاحب
سرکار قدوۃ العلماء کے سرگرم رفیق کار

.....فاضل نبیل چودھری سبط محمد نقوی صاحب

تندرست، جوان اور قوی حافظہ والوں تک سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مآخذ ومدارک کا مراجعہ کر کے ہی کوئی بات کہیں گے۔ میں بھی شدت سے اسی نقطۂ نظر کا حامی اور مبلغ رہا ہوں۔ اس ظرف زمان میں میرے کچھ مہربان میرے مسامحات کی تلاش میں چکر کاٹ رہے ہیں پھر بھی میں یہ سطریں بڑھتی عمر اور گھٹتے حافظے کے باوجود اپنی یادداشت ہی کے بل بوتے پر لکھوا رہا ہوں۔

جب موسس خانوادہ اور مجدد شریعت جناب غفرانمآب کے کارنامۂ کمال عماد الاسلام کی چالیس فیصدی اشاعت دو سو سال سے منتظر توجہ ہے تو اس کی توقع کرنا کہ خانوادہ کے چھوٹوں اور منجھولوں پر کوئی کام کریگا اپنے نفس پر ظلم ہے۔

حضرت غفور الرحیم ارحم الراحمین برادر مکرم سید شمس الحسن صاحب تاج شمسی کے درجات بلند کرتا رہے کہ وہ ایک ایسی تخم ریزی کر گئے ہیں کہ اگر اس کی آبیاری ہوتی رہی تو معارف اسلام اور سوانح خانوادۂ اجتہاد پر کچھ نہ کچھ روشنی پڑ جائے گی۔

سرکار معین الشریعہ مولانا سید کلب جواد سلمہ اللہ وابقاہ وحرسہٗ ووقاہ کی خواہش تھی کہ میں ان کے جد امجد جناب قدوۃ العلماء طاب ثراہ، وجعل الجنۃ مثواہ کی نسبت اپنے معلومات عرض کروں۔ اس سال کے سووینیر کے قلم کار مولانا سید مصطفیٰ حسین نقوی صاحب اسیف جائسی نے جو جناب مبرور کا خاکہ کھینچ دیا ہے اس میں کوئی مفید مداخلت میں نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں جناب فقید مولانا آقا حسن صاحب کے ساجیات میں دست وبازو مولانا سید علی غضنفر صاحب رحمہ کی یاد تازہ کرتا ہوں۔ یہ ناچیز تحریر جس ضیق وقت میں قلم قرطاس کے حوالے کر رہا ہے اس میں اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ میں خاندان اجتہاد کے معمر بزرگوں سے یہ دریافت کر سکوں کہ علی غضنفر صاحب مرحوم کی نسل بحمد اللہ سلامت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو صاحب صلاحیت بھی ہے کہ نہیں اسلئے میں نے جو کچھ پڑھا ہے وہی آموختہ عرض کرتا ہوں۔ مرحوم کے بھائی مولوی علی منور صاحب کی نسل بحمد اللہ سلامت ہے۔ ان کے نواسے اظہار حسین نقوی، امام باڑہ غفرانمآب کے کیر ٹیکر کی حیثیت سے خدمت کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ علی غضنفر صاحب مرحوم کے اخلاف کی تلاش کریں۔ احوال آپ یوں سمجھیں کہ "صاحب تذکرۂ بے بہا" نے مولانا غضنفر صاحب کا تو نام بھی نہیں لیا ہے۔ میرے برادر مخدوم ومحترم مولانا مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی نے یاد تو رکھا لیکن ڈیڑھ سطر سے زیادہ کا مواد ان کے ہاتھ بھی نہیں لگا اور جو

انہوں نے لکھا ہے اس میں صرف یہ کہ "موصوف فعال آدمی تھے اور تاریخ خاندان اجتہاد پر بہت کام کیا۔" ان کے فعال ہونے کی شہادت تو انجمن صدر الصدور امامیہ، شیعہ کانفرنس اور شیعہ یتیم خانہ نیز شیعہ کالج کی ابتدائی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہے۔ میرا حافظہ اگر خطا نہیں کر رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ انجمن اور کانفرنس دونوں کے اولین سکریٹری اور شیعہ یتیم خانہ کے بھی ابتدائی سکریٹریوں میں تھے۔

شکایت نہیں ہے حالات کی ستم ظریفی کی بات ہے کہ لکھنؤ کے شیعہ کالج میں بہتوں کے نام سے بہت سی چیزیں منسوب ہیں بحث ان کے درست و نادرست ہونے سے نہیں ہے البتہ بنیادی اراکین کو بہت سلیقہ سے فراموش کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ جب ۲۸ رجنوری ۱۹۱۴ء کو جو صفر کی آخری یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۳۳۲ھ میں رہی ہوگی خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ درجاتہٗ نے علی گڑھ میں مجلس پڑھی اور حضرات حسنین علیہما السلام کی شان میں مشہور و معروف حدیث شباب اہل الجنت والی پیش کی تو علی گڑھ کے معاند اہلبیت طبقہ کو بہت ناگوار ہوا اور اس کے بعد ۳۰ رجنوری کو نماز جمعہ کے بعد مولانا سلیمان اشرف صاحب نے خطیب اعظم کی رد میں موعظہ کیا اور جو کچھ سمجھ میں آیا کہا۔

مشہور مجلہ علمیہ اصلاح کھجوہ کے شمارہ بابت ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں اس داستان درد کی پوری تفصیل موجود ہے۔ صاحبان اشتیاق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ہم اس کی نقل و اعادہ کو اتحاد ملت کے لئے بہت زہرناک سمجھتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد شیعہ کانفرنس میں سرکار قدوۃ العلماء کی مدبرانہ اور دیدہ ورانہ رہنمائی میں لکھنؤ میں شیعہ کالج کے قیام کی تحریک چلی۔

اوپر کی سطروں میں اصلاح کے جس خبر پارہ کا ذکر ہے اس کی ابتدائی سطریں آپ کے ملاحظہ میں پیش کی جاتی ہیں:

"ایک عرصہ سے یہ کشمکش چلی جاتی ہے کہ علی گڑھ کالج میں حقوق شیعہ کی پامالی ہو رہی ہے جس پر بہت کچھ فریاد کی گئی۔ یہاں تک کہ جناب سید علی غضنفر صاحب سکریٹری شیعہ کانفرنس نے ایک پمفلٹ بھی شائع کیا اور سکریٹری کالج علی گڑھ سے برابر سلسلۂ مراسلات رہا۔ یہاں تک کہ اجلاس پٹنہ شیعہ کانفرنس میں ہز ہائینس حضور نواب رامپور خلد اللہ ملکہ نے اس کا اعلان بھی کیا کہ نواب اسحٰق علی خاں صاحب (صحیح نام محمد اسحاق ہے) سکریٹری علی گڑھ کالج نے تصفیہ حقوق کا وعدہ کیا ہے مگر افسوس کوئی نتیجہ اس سے برآمد نہیں ہوا۔ چونکہ رسالہ شیعہ کھجوہ میں اس پر پرزور بحثیں ہوتی رہیں اسلئے ہم کو اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوئی کہ ماشاء اللہ وہ نہایت شرح و بسط سے بحث کر رہا ہے اخبار 'اتحاد' امروہہ نے بھی اس پر ایک سلسلہ اٹھایا ہے اور اسی غرض سے اڈیٹر صاحب علی گڑھ تشریف بھی لے گئے کہ چشم دید حالات لکھیں۔"

اس کے بعد کی رام کہانی اس تحقیق جو کے ذمہ ہے جو شیعہ کالج کی تاریخ پر کام کرے گا۔ ہمیں فی الوقت اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا ہے۔ بس اتنا عرض کرتے ہیں کہ تحریک کے ابتدائی مصارف کا بہت بڑا بار جناب خطیب اعظم رحمہ اللہ کی جیب پر رہا۔ آج شیعہ کالج میں ان کا ذکر نہیں ہوتا یہ انقلابات ہیں زمانے میں۔

خاتمۂ کلام میں آپ یہ بھی سن لیں کہ مولانا علی غضنفر صاحب سرکار سلطان العلماء مولانا سید محمد رضوان مآب کے پوتے اور ڈپٹی اور منصف سید علی اکبر صاحب کے فرزند تھے۔ صاحب مطلع انوار نے مرحوم کا سنہ وفات ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء بتایا ہے۔ اگر ہمیں کچھ اور معلومات حاصل ہوئے تو مناسب محل پر پیش کریں گے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔

☆☆☆

اردو کا اُمّی مرثیہ گو

سید صادق علی نقوی حسینؔ لکھنوی الجائسی المعروف بہ چھنگا صاحب

..... سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی

دادھیالی سلسلۂ نسب:۔ سید صادق علی حسینؔ بن میر حسین بن سید سجاد حسین (رئیس جائس) بن سید شیر علی بن سید مکرم علی بن سید محمد والی بن سید حسین بن حبیب اللہ معروف بہ شیر علی بن عبدالجلیل بن سید شہاب الدین بن سید قاسم بن سید پیارہ حسینی بن سید سعد اللہ بن سید ماہرو بن سید شہاب الدین بن سید علی عرف سید بھیکہ بن سید جلال الدین بن سید عمر علی بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن اشرف الملک سید شرف الدین (حاکم جائس) بن نواب نجم الملک سید نجم الدین سبزواری۔

ننھیالی سلسلۂ نسب:۔ سید صادق علی حسینؔ بن باقری بیگم بنت صغریٰ بیگم بنت مولانا سید صادق صاحب بن سلطان العلماء آقا السید محمد بن حضرت سید دلدار علی غفرانمآبؒ۔

ولادت:۔ چھنگا صاحب حسینؔ ۱۲۹۱ھ کو اپنے نانا کے گھر سبزی منڈی لکھنؤ میں متولد ہوئے۔

تعلیم: آپ بالکل ان پڑھ تھے، نام تک نہ لکھ سکتے تھے۔ مجلس میں مرثیہ خوانی کے وقت کوئی مرثیہ الٹا سیدھا ہاتھ میں لے لیتے تھے اور محض اپنی زبردست قوت حافظہ کی مدد سے پڑھتے تھے۔ حسینؔ ان چند شعراء میں تھے جن کو قدرت نے شاعر پیدا کیا تھا۔

شاعری:۔ شاعری کی طرف آپ ۱۳۰۸ھ میں متوجہ ہوئے، آپ نے سب سے پہلے ایک نوحہ کہا پھر غزلیں کہنا شروع کیں پھر مرثیہ کہنے کا خیال پیدا ہوا تقریباً تیس سال مرثیہ گوئی کی۔ بچپن میں آپ کا قیام عراق میں تھا جسکے سبب سے آپ فارسی و عربی نہ صرف سمجھ لیتے تھے بلکہ بول بھی لیتے تھے۔

آپ کی شادی خانہ آبادی، نواب مولوی سید مہدی حسین ماہرؔ لکھنوی (بن سید علی حسین بن سید العلماء سید حسین علیین مکان بن حضرت غفرانمآبؒ) کی دختر نیک اختر سے ہوئی اس طرح ماہرؔ لکھنوی مرحوم آپ کے خسر اور سید محمد اصطفا صاحب خورشیدؔ لکھنوی آپ کے برادر نسبتی اور آپ لسان الشعراء سید مجاور حسین تمناؔ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی خواہر عابدہ بیگم کی شادی ملک الشعراء سید بندہ کاظم جاویدؔ لکھنوی (بن مولوی محمد جعفر امیدؔ لکھنوی بن منصف الدولہ شریف الملک مولانا سید محمد باقر بن سلطان العلماء بن غفرانمآبؒ) سے ہوئی۔ اس طرح چھنگا صاحب کے چاروں طرف علمی و ادبی ماحول تھا جس میں ان کے فطری فن کو خوب ترقی کرنے کا موقع ہاتھ لگا۔

آپ کا ذریعہ معاش کسی طرح کی محض ایک قلیل پنشن تھی۔ آخری عمر بڑی عسرت سے بسر کی لیکن خودداری کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آپ کا قیام پاٹے نالے پر تھا۔ مرتے وقت کثیر اولاد میں صرف دو بیٹیاں

چھوڑیں۔ ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۵۱ھ؍۱۹۳۰ء کو ۶۰ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور حسینیہ غفرانمآب کے صحن میں پیوند خاک ہوئے۔

حسین صاحب جاوید لکھنوی کے شاگرد تھے۔ بحیثیت غزل گو حسین کا شمار خوشگو شعراء میں تھا لیکن اصل میں وہ مرثیہ نگار تھے لہٰذا زیادہ زمانہ مرثیہ گوئی کے لئے وقف رہا۔ مرثیہ ہی وہ صنف ہے جس میں مرزا غالب دہلوی مرحوم عاجز نظر آتے ہیں اور ان کے مرثیہ کے چند بند واسوخت بن کر رہ جاتے ہیں۔ جناب دولھا صاحب عروج نے بھری مجلس میں حسین صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ تم فخر ہندوستان ہو، اور اس میں ذرا شک وشبہ نہیں کہ بحیثیت ایک امی مرثیہ گو کے وہ اردو اور ہندوستان کے لئے سرمایۂ افتخار تھے۔

چھنگا صاحب نے اردو کی طرح فارسی میں بھی شاعری کی ہے۔ مرحوم کے تقریباً چالیس مرثیے، غزلوں، سلاموں اور نوحوں کے مجموعے ساتھ ہی فارسی کلام بھی آپ کے برادر خورد سید سجاد حسین تمنا کے پاس محفوظ تھے جن کا اب حال نہیں معلوم۔

(تمنا بڑی خوبیوں کے مالک اور صاحب معلومات شاعر تھے ان کا صرف ایک شعر ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی بلندیٔ فکر کے سلسلے میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

کہیں سے تم کہیں پہونچو گے اشکوں کی روانی میں
تمنا گھر سے کیوں نکلے ہو اس آفت کے پانی میں)

مہذب لکھنوی صاحب ''اذکار سخن'' میں ''حیات حسین'' کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ ''سید صادق علی عرف چھنگا صاحب حسین مرحوم دیگر اصناف سخن میں بھی ماہر تھے لیکن مرثیے کی طرف ان کو خاص طور سے توجہ تھی۔

حسین مرحوم نہایت خوشگو شاعر تھے مولوی بندہ کاظم صاحب جاوید مرحوم ان کے بہنوئی تھے اور وہ انہیں سے اصلاح لیتے تھے۔ استاد کی شفقت اور اپنی طبیعت داری کی بدولت غزل اور مرثیہ دونوں میں مہارت حاصل ہو گئی، اختصار کے پیش نظر صرف ایک شعر غزل کا ملاحظہ ہو جس سے ان کے زور طبیعت کا اندازہ ہو جائے گا۔

کھینچا ہے جو ناوک تو سرک جاؤ ادھر سے
اب خون نہیں آگ نکلتی ہے جگر سے

غرض غزلیں بہت کہیں اور بہت خوب کہی ہیں لیکن مرثیہ غزل سے کہیں زیادہ مشکل چیز تھا مگر مرثیے بھی ایسے کہے کہ جب لوگ خود سنتے تھے تو بیحد محظوظ ہوتے تھے اور آج بھی ان کا مطالعہ تعجب و دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

''اسرار محن'' میں مہذب صاحب لکھتے ہیں کہ ''قدرت کا منظور نظیر غیر معمولی انسان لکھنؤ کی سرزمین پر ایک ایسا باکمال گزرا ہے جس کا نام سید صادق علی عرف چھنگا تھا۔

یہ بزرگ خاندان اجتہاد کی ایک فرد تھے مگر بالکل ان پڑھ نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا دوسروں سے اپنا مرثیہ لکھواتے تھے اور منبروں پر دوسروں کی مدد سے پڑھتے تھے۔

''لکھنؤ کے امی شعراء'' میں حیدر حسین نقا لکھتے ہیں کہ ''راقم الحروف کے استاد مرحوم و مغفور علامہ پرتو لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے کہ ''ایک وقت لکھنؤ کا یہ ماحول تھا کہ سید صادق علی عرف چھنگا صاحب حسین لکھنوی حرف شناس بھی نہ تھے لیکن ذہن و حافظہ بلا کا پایا تھا حسن فکر کی نسبت سے حسین اس پر جناب جاوید لکھنوی کی اصلاح و تربیت نے حسن کلام بھی پیدا کر کے مکمل حسین بنا دیا۔ مرثیہ خود کہتے تھے اور لکھتا کوئی دوسرا تھا، مجلس میں اپنا مرثیہ خود پڑھتے تھے میں خود ان کی مجلسوں میں شریک ہوا ہوں۔ حسین منبر پر، مرثیہ ہاتھ میں، ایک شخص قریب منبر ایستادہ اس نے شروع کا ایک لفظ چپکے سے بتایا اور حسین اس سلسلے کے پورے بند ٹھاٹھ کے ساتھ پڑھ گئے، یوں ہی مرثیہ تمام

ہوتا تھا۔ داد کا ہمہمہ بھی ہوتا تھا اور شور گریہ بھی۔ ان کے مرثیے کو دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا کہ یہ شخص قطعاً بے پڑھا تھا۔ نزاکت تخئیل، شستگی زبان، الفاظ کا استعمال برمحل، بندشوں میں روانی سبھی کچھ تو ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کلام ایک امی محض شاعر کا ہے۔

مہذب صاحب فرماتے ہیں کہ ''جو کچھ کہا ایسا کہ بڑے بڑے خوشگویان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اہل ذوق نے آجتک دنیا کی چیزیں دیکھی اور سنی ہوں گی مگر جاڑا نظمانہ دیکھا ہوگا۔

پہلی ہستی ہے جس نے جاڑے کے متعلق ایسی بلند پروازی کی ہے اور وہ نازک خیالات جمع کئے جس کی داد کما حقہ نہیں دی جا سکتی۔

نمونۂ کلام

ناظرین کرام امی شاعر کا زور بیان ملاحظہ فرمائیں

غزلیات

وقت زینت دور رکھا کر شکر آئینہ
حسن عالم سوز سے چنکا ہے اکثر آئینہ
کھلا رہنے دو منہ میرا کفن سے کیوں چھپاتے ہو
سنا ہے وہ جنازے کے برابر ہو کے نکلیں گے
زخم کھولے ہیں اگر آنکھ تو بیزار نہ ہو
یہ نئی ضد کہ کوئی طالب دیدار نہ ہو
حال قیدی کا نہ ہو دیکھنے والا کوئی
آنکھ کھولے ہوئے گر روزن دیوار نہ ہو
کہتی ہے بلبل کہ دیکھے کوئی حد شوق دید
شاخ پر کب ہے مرے تار نظر پر پھول ہے
میرے آنسو کی دو رنگی دیکھ کر کہتے ہیں وہ
آنکھ میں موتی ہے اور دامن میں گر کر پھول ہے

رباعی

منکر ہو جہاں میں اس کا کیوں کر کوئی
ڈھونڈھے سے نہ ملے جس کا ہمسر کوئی
میزان خرد میں ہم نے تولا سو بار
لیکن نہ ملا نبی سے بہتر کوئی

سلام

پڑے ہیں عرش کے نو نے ستارے ضوفشاں ہوکر
زمین کربلا چمکے گی اب تو آسماں ہوکر
ہوائے تیغ عباس جری کا تیز دھارا ہے
پھریرے فوج اعدا کے اڑیں گے دھجیاں ہوکر
شب معراج ہے ہیں عاشق و معشوق میں باتیں
قیامت کر رہا ہے آج پردہ درمیاں ہوکر
کھلا بعد ولادت مرتضیٰ کے چشم و ابرو سے
یہی اک روز بت کعبے میں توڑیں گے جواں ہوکر
پیا ہے ناریوں کا خوں بڑھی ہے آب میں گرمی
ابھر آئے ہیں جوہر تیغ کے سب مچھلیاں ہوکر
گئے باغ جناں میں ٹھہر تک جن جن کو جانا تھا
کھڑے ہیں شہ اکیلے یوسف بے کارواں ہوکر
چلے ہیں لے کے یہ کہتے ہوئے شبیر خیمے سے
بعینہ مرتضیٰ ہوتے علی اصغر جواں ہوکر
کہا شہ نے کہ اصغر حجت ناطق کا پوتا ہے
سوال آب اعدا سے کریگا بے زباں ہوکر
حسین نقش قدم پر کافلوں کے پاؤں رکھتے ہو
چلے ہو پیچھے پیچھے تم بھی گرد کارواں ہوکر

سلام

برا ہے حرص زر میں بندۂ اغیار ہو جانا
یہ کافی ہے غلام حیدر کرار ہو جانا
صراط اک پل ہے اے ایمان والو خوف کیا اس کا
علی سے ناخدا کا نام لے کر پار ہو جانا
کہا بنت علی نے دیکے رخصت دونوں بیٹوں کو
دغا میں تم علی تم جعفر طیار ہو جانا
لڑائی میں نصیحت عون کی تھی یہ محمد سے
جہاں گھر نہ وہاں چلتی ہوئی تلوار ہو جانا

گلے پہ تیر کھا کر مسکرائے مرحبا اصغر
یہ سن اور یوں فدائے سید ابرار ہو جانا
نکیرین آ چکے ہیں مرتضیٰ بھی آنے والے ہیں
ذرا قبر حسین اب مطلع انوار ہو جانا

سلام

کمسنی میں کیا جری تھے زینب مضطر کے لال
ہاتھ سے تیغیں نہ چھوڑیں دم میں جھک دم رہا
فاطمہ تھیں سب کے آگے بال بکھرائے ہوئے
تشنہ کاموں کا بپا کوثر پہ یوں ماتم رہا
کانپتے ہاتھوں نے ناوک کھینچ کر شاہ ہدیٰ
دل سے لپٹائے رہے اصغر میں جب تک دم رہا
کون کہتا ہے کہ لاشیں رن میں عریاں ہوگئیں
خوں کفن بن کر شہیدوں کے تنوں پہ جم رہا

☆☆☆

روز عاشورہ کی گرمی کا تھا شب تک یہ اثر
خاک کے ذرے چراغ قبر اصغر ہوگئے
چشم عباس جری سے جو گرے تھے بحر میں
اشک وہ بطن صدف میں جاکے گوہر ہوگئے

مرثیہ کے چند بند جن میں شمشیر آبدار کی شرر باریاں دکھائی گئی ہیں

تیغیں کھینچنے لگیں ترکش سے نکلنے لگے تیر
سپریں ہتواس کے تیار ہوئے سب بے پیر
نیزے اونچے ہوئے تادور بیاباں میں کثیر
چمکے چار آئینے وہ صاف جو تھے برق نظیر
ہر طرف گرد بیاباں بلا اٹھی ہے
خوں کا مینہ برسے گا ڈھالوں کی گھٹا اٹھی ہے

یک بیک غل ہوا عباس کی تلوار کھنچی
میان سے تیغ پئے لشکر کفار کھنچی
روشنی ہو گئی جب صاعقہ کردار کھنچی
دل لرزنے لگے وہ تیغ شرر بار کھنچی
فیصلہ کرنے کو اب بیچ میں کیوں ڈھال پڑے
اس کی جھنکار سے چار آئینوں میں بال پڑے

حسن حوروں میں کہاں یہ جو اسے حور کہوں
خیرہ ہوتی ہے نظر پاس کہوں دور کہوں
ہو جو کاٹھی میں تو برق شب دیجور کہوں
دل یہ کہتا ہے اسے شمع سر طور کہوں
بے خبر کو بھی تجلی کی خبر ہوتی ہے
خط ابیض ہوا ظاہر کہ سحر ہوتی ہے

جوہروں سے ہے یہ پیدا کہ ہے میناکاری
اور قبضہ پہ جواہر کی سجاوٹ ساری
یا پری نکلی ہے پوشاک پہن کر بھاری
روشنی اسکی ہو گر رات بھی ہو اندھیاری
یوں ہی آثار سحر ہوتے ہی اختر ڈوبے
جیسے آب دم شمشیر میں جوہر ڈوبے

تیغ آیت ہے تو ہیں اس کے معانی جوہر
آگ بنتے ہیں کبھی اور کبھی پانی جوہر
ہیں کہیں ہلکے گلابی کہیں دھانی جوہر
آب میں اپنی دکھاتے ہیں جوانی جوہر

خوبیاں جوہروں کی صاف نظر آئی ہیں
مچھلیاں تیغ کے پانی پہ ابھر آئی ہیں

موسم سرما کی تصویر کشی

فصل ایسی ہے کہ سردی کا زمانہ آخر
کہرا پڑنے سے نہیں دھوپ بھی ہوتی ظاہر
برف باری سے نشیمن میں ہیں پنہاں طائر
زمزمہ کرنے سے بلبل کی زباں ہے قاصر
دھیان آتا ہے تو بلبل کے جگر کانپتے ہیں
ایسی ٹھنڈی ہے ہوا جس سے شجر کانپتے ہیں

برف باری سے بیاباں کا ہے سبزہ پامال
پالا کھانے سے ہیں ٹھٹھرے ہوئے جنگل میں نہال
اوس میں بھیگ کے شبنم کا برا ہے احوال
پھل ہے جو باغ میں ہے اس پہ بھی فالج کا خیال
گر بشر کھائیں ہواؤں کی تو ہوں تن نیلے
آجتک ہیں اسی دن سے لب سوسن نیلے

اوس پڑنے سے ہے بھیگی ہوئی صحرا کی زمیں
طائروں کو بھی برودت سے کہیں چین نہیں
انقلاب ایسا نہ آیا ہے تہہ چرخ بریں
بلبلیں بیٹھی ہیں لالے کی انگیٹھی کے قریں
بال و پر اوس سے بھیگے ہوں تو راحت کیسی
آتش گل میں برودت ہے حرارت کیسی

حکماء کو بھی ہے اب مہر کی حدت میں کلام
دھوپ بھی چاندنی کی طرح سے دیتی نہیں کام
بڑہ اطراف بیاباں کی زمیں کو ہے تمام
سر کھلے رہتے ہیں فواروں کو کیوں ہو نہ زکام
آب میں تھی جو روانی وہ تھمی جاتی ہے
دھار ہر ایک برودت سے جمی جاتی ہے

جام بلور بعینہ ہوا ہر ایک حباب
مچھلیاں پانی کے جمنے سے پھنسی ہیں تہ آب
ہیں شکنجے میں تو جنبش نہیں کھاتے گرداب
دانت بجتے ہیں گہر کے نہیں سردی کی جو تاب
جو حباب آب میں ہے غنچۂ سربستہ ہے
اس پہ کیا آج تک آب گہر بستہ ہے

کیا بیاں کیجئے اللہ رے سردی کا اثر
وہی ٹھٹھرے ہوئے تھے جو کہ لب جو تھے شجر
ہے حبابوں کا یہ عالم کہ اٹھاتے نہیں سر
چادر آب میں لپٹے ہوئے بے حس ہیں مگر
پانی جم جانے سے موجہ تو کہاں اٹھتا ہے
منھ سے گرداب کے ہر بار دھواں اٹھتا ہے

برف اس حد کی گری ہے کہ وہ صحرا ہے سفید
کوہ اسود تھا جو پہلے وہی سارا ہے سفید
منزلوں دیکھئے میدان میں سبزا ہے سفید
سنگ مرمر کی طرح سامنے دریا ہے سفید
پانی جمنے سے سمندر میں کہاں جوش ہے آج
جو شجر بن میں ہے۔ گویا وہ کفن پوش ہے آج

نیلے سردی سے ہوئے جاتے ہیں جو پھول ہیں لال
برف باری سے ہیں سب باغ میں بیلیں پامال
ہیں سفید آج کے دن سنبل پیچاں کے بھی بال
بس ہو تو دھوپ کی چادر میں لپٹ جائیں نہال
آہ بلبل سے کلیجے کی رگیں ٹوٹتی ہیں!
کوپلیں خوف سے سردی کے نہیں پھوٹتی ہیں

آبجل کانپتے ہیں دیکھ کے جو جو سوئے آب
دھوکا پانی کا انہیں دے کے ڈراتا ہے سراب
عقل کہتی ہے کہ سردی کی جو لائے نہیں تاب
کرۂ نار کے پاس اٹھ کے گئے اس سے سحاب
مختصر یہ کہ برودت کی وہ ارزانی ہے
مہر کے ظرف میں بھی آگ نہیں پانی ہے

مرثیۂ شامِ غریباں

......مصنفۂ سید صادق علی نقوی حسین لکھنوی الجائسی ''چھنگا صاحب''

آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم
دل ہیں مجروح کھلے سر ہیں پریشاں ہیں حرم
قتل شبیر سے بیتاب ہیں گریاں ہیں حرم
وارثوں میں نہیں اب کوئی تو حیراں ہیں حرم
ذکر مظلومی شاہ مدنی کرتے ہیں
کبھی آہیں تو کبھی سینہ زنی کرتے ہیں

خیمے سب جل چکے ہیں لوٹ چکے ہیں اعدا
فرق پر ہے کسی بی بی کے نہ مقنع نہ ردا
شام ہونے کو ہے سنسان ہے جنگل سارا
پاس بچوں کو لیے بیٹھی ہیں بنت زہرا
پیار کرتی ہیں اسے گبھرا کے سمجھاتی ہیں
کوئی معصوم جو روتا ہے تو بہلاتی ہیں

رو کے فرماتی ہیں یہ خواہر سلطان امام
اٹھو سجاد کہ اب دن ہوا جاتا ہے تمام
چھٹ پٹا وقت ہے کچھ دیر میں ہونے کو ہے شام
اب نہ قاسم ہیں نہ عباس نہ اکبر نہ امام
دل پر درد پہ اک غم کی گھٹا چھائی ہے
رات ہونے کو ہے اور عالم تنہائی ہے

کان میں پہونچی جو سجاد کے زینب کی صدا
کھول کر آنکھ یہ کی عرض بصد آہ و بکا
کیا کہوں آپ سے قابو میں نہیں دل بخدا
تپ زیادہ ہے تو غفلت بھی ہے کچھ آج سوا
کون مارا گیا اور کون جدا ہوتا ہے
مجھ کو کچھ ہوش نہیں ہے کہ یہ کیا ہوتا ہے

بولے فضہ سے یہ پھر عابد بیمار و حزیں
جتنے بچے ہیں بلالو تو انہیں میرے قریں
جمع فضہ نے کیا بچوں کو لا لا کے وہیں
پر نہ دو لڑکے تھے اور ایک سکینہ غمگیں
ڈھونڈنے چار طرف مثل نظر جاتی تھی
ان کے رونے کی صدا بھی نہ نظر آتی تھی

کہا عابد نے کہ اے خواہر سلطان ہدا
لائیے شہ نے بنائی ہے جو فرد شہدا
دیکھ لوں وہ تو مرے دل کو تسلی ہو ذرا
نام تحریر ہے اس فرد میں کس کا کس کا
جو گئے خلد میں اب خواب ہے صورت ان کی
جو مرے ساتھ ہیں لازم ہے حفاظت ان کی

سن کے یہ کہنے لگیں زینب تفتیدہ جگر
لے گئے لوٹ کے اسباب تو سب بانی شر
اسی اسباب میں وہ فرد بھی تھی اے دلبر
سن کے کہنے لگے سجاد یہ بادیدۂ تر
فکر کچھ اور میں پابند الم کرلوں گا
قتل جو ہو گئے نام ان کے رقم کرلوں گا

کہہ کے یہ لکھنے لگے خاک پہ نام شہدا
یاد آئے جو وہ سب کرنے لگے آہ و بکا
دل پہ اک تیر لگا نام جو اصغر کا لکھا
تھم جانگاہ سے تھرا گئے سارے اعضا
یاد کرتے تھے انہیں جب تو جگر جلتا تھا
تین بچوں کا کہیں پر نہ پتہ چلتا تھا

رو کے کرنے لگیں سجاد سے زینب یہ کلام
جائے تشویش ہے دن کوئی گھڑی میں ہے تمام
ڈھونڈنے بچوں کو جاتی ہوں کہ ہو جائے نہ شام
دو اجازت مجھے بیٹا کہ تمہیں اب ہو امام
راستہ بھول گئے ہیں نہ ادھر آئیں گے
دشت میں جا کے پکاروں گی تو مل جائیں گے

لے کے رخصت چلیں عابد سے وہ بنت زہرا
آ ذرا ساتھ مرے مڑ کے یہ فضہ سے کہا
وہ بھی ہمراہ ہوئیں کرتی ہوئی آہ و بکا
پاؤں رکھتی تھیں کہیں اور کہیں پڑتا تھا
جا بجا دشت میں لاشے جو نظر آتے تھے
دل دھڑکتا تھا قدم خوف سے تھراتے تھے

آہ تھی لب پہ رواں اشک تھے اور دل تھا فگار
اک طرف کو یہ چلی جاتی تھیں باحالت زار
ناگہاں دور سے دکھلائی دیا ایک سوار
بولیں فضہ سے یہ زینب کہ ذرا بڑھ کے پکار
منتیں اس کی کریں گے تو ترس کھائے گا
اس سے بچوں کا پتہ دشت میں مل جائے گا

حکم پاتا تھا کہ فضہ نے یہ دی بڑھ کے صدا
اے سوار اس طرف آ اس طرف آ بہر خدا
کوئی تکلیف نہ دینگے تجھے ہم اس کے سوا
ہم غریبوں کی ہے اک عرض اسے سنتا جا
دل ہے مجروح بہت روئی جو ہے بھائی کو
تجھ سے کچھ پوچھنا ہے فاطمہ کی جائی کو

متوجہ ہوا وہ سنتے ہی فضہ کی صدا
پاس آ کر کہا کیا پوچھتی ہے اے دکھیا
بولیں یہ خواہر شبیر کہ اے مرد خدا
کسی بچے کو تو دیکھا نہیں آتے [illegible]
تشنہ لب ہیں [illegible]
چھوٹ کر ساتھ سے جنگل میں چلے آئے ہیں

عرض کی اس نے کہ [illegible] بادیدۂ تر
ابھی صحرا میں جو اک سمت [illegible]
دیکھا اک لاشہ پہ خوں سے [illegible]
لڑکی اک چھوٹی سی بیٹھی ہوئی [illegible]
وہ بھی روتا ہے [illegible]
اس کے نالوں سے عجب دل پہ اثر ہوتا ہے

رو کے فرمانے لگیں زینب [illegible]
مہربانی کا صلہ دے تجھے رب اکبر
بس پتہ مل گیا احساں ہوا تیرا مجھ پر
کہہ کے اس سمت چلیں کرتی کہاں خاک بسر
اشک خوں بہتے تھے قابو میں دل زار نہ تھا
ایک فضہ کے سوا [illegible] نہ تھا

پہونچیں القصہ وہاں پایا تھا جس جا کا پتہ
دیکھا اس جا پہ ہے اک نور سے معمور گڑھا
لاش اک اس میں پڑی ہے کہ نہیں سر جس کا
اور سکینہ وہیں بیٹھی ہوئی کرتی ہے بکا
غش جو ہوتی ہے [illegible]
چونک پڑتی ہے تو دل سینے میں ہل جاتا ہے

آئیں نزدیک غرض زینب تفتیدہ جگر
بیٹھ کر لے لیا آغوش میں بادیدۂ تر
بولیں لپٹا کے بھتیجی سے میں قربان تیرے
تو نے پہچان لیا باپ کا لاشہ کیوں کر
ہجر سے مادر ناشاد موئی جاتی ہے
بی بی اب گھر میں چلو رات ہوئی جاتی ہے

عرض کی اس نے پھوپھی سے یہ بصد آہ و بکا
فرقت شہ میں تڑپنے جو لگا دل میرا
آئے اس دشت میں چلائی میں بابا بابا
اے پھوپھی مجھ کو اسی لاش سے آئی تھی صدا
آئی ہوں سینۂ شبیر پہ سونے کیلئے
کہا زینب نے کہ اب گھر چلو رونے کیلئے

یہ تو بہلاتی تھیں رو رو کے وہ دیتی تھی جواب
آتش غم سے وہ ننھا سا کلیجہ تھا کباب
گود میں مچلی ہوا دل جو زیادہ بیتاب
پیار کرکے اسے زینب نے بچشم پُر آب
لی بلائیں کبھی گہہ آنکھوں سے آنسو پونچھے
خون سر ور سے بھرے جو تھے وہ گیسو پونچھے

دونوں بچوں کو چلیں ڈھونڈنے پھر وہ مضطر
ناگہاں جا پڑی اک سمت بیاباں میں نظر
دیکھتی کیا ہیں کہ وہ باغ نبی کے گل تر
باہیں گردن میں ہیں اور سو رہے ہیں رکھے سر
گرد اس طرح ہے ان چاند سے رخساروں پر
ابر باریک ہو جس طرح سے سیاروں پر

آئیں نزدیک جو روتی تو یہ نقشہ دیکھا
ہونٹ سوکھے ہوئے تھے پیاس جو تھی حد سے سوا
مٹی سرکا کے وہاں لیٹے ہیں وہ ماہ لقا
جس جگہ پا کے تری کچھ ہو کلیجہ ٹھنڈا
باپ کا سینہ نہیں ماں کی بھی آغوش نہیں
ایسے غافل ہیں کہ تن کا بھی انہیں ہوش نہیں

دیکھتے ہی انہیں بس بیٹھ گئیں زینب زار
سر رکھے خاک سے زانو پہ اٹھا کر اک بار
لے کے دونوں کی بلائیں کیا پھر خوب سا پیار
بولیں اب گھر میں چلو نیند سے ہوکر ہشیار
سرد جنگل کی ہوا باعث آرام ہوئی
دشت غربت میں خبر بھی ہے تمہیں شام ہوئی

نیند سے جب ہوئے ہشیار نہ وہ رشک قمر
جھک کے پھر غور سے چہروں پہ کی زینب نے نظر
دم نہ پایا تو یہ فرمانے لگیں پیٹ کے سر
شاید ان دونوں کا اب ہو گیا دنیا سے سفر
دشت غربت میں کیا سب سے کنارا بچو
ہائے بے موت تمہیں پیاس نے مارا بچو

عرض کرنے لگیں زینب سے یہ فضہ غمگیں
بی بی ہے ہے مرے دل کو یہی ہوتا ہے یقیں
لوٹ کر خیموں کو جانے لگی جب فوج لعیں
آگئے گھوڑوں کے پاؤں میں یہ خورشید مبیں
حال ان کے جگر و قلب کے تڑپاتے ہیں
پھول سے جسموں پہ سب نیل نظر آتے ہیں

بس حسینؔ روک قلم اب نہیں تاب تحریر
دل میں نشتر کی طرح چبھتے ہیں اب رنج کے تیر
صاف ہر زخم صدا دیتے ہیں ہے ہے شبیر
کیسی برگشتہ ہوئی اہل حرم کی تقدیر
آسماں گر نہ پڑا اچھٹ کے ستمگاروں پر
ظلم کیا کیا نہ کئے فاطمہ کے پیاروں پر

سید جمشید حسین نقوی، عسکری زیدی (ٹوسٹیز امام باڑہ مغل صاحبہ) سید نفیس الحسن، شہزاد عباس، علی آغا، و جملہ ممبران تنظیم پاسداران حسین مولانا سید کلب عابد صاحب" طاب ثراہ کے سولہویں دیرسہ کو موقع پر شرکاء عظیم مجالس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور تحریک تحفظ اوقاف کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔

انتخاب کلام

.....ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب اخترؔ

اب غم نہ رہا، آہیں نہ رہیں، نالے نہ رہے، الجھن نہ رہی
دل جاتے ہی سوز الفت کی اک ایک نشانی ختم ہوئی
جو کچھ تھا بہت تھا جیتے جی جب میں نہ رہا پھر کچھ نہ رہا
منہ پھیر کے دنیا یوں سوئی جیسے کہ کہانی ختم ہوئی

☆☆☆

کیوں کھلیں چادر کی کلیاں، کیوں کیا بلبل نے شور
ہم لحد میں ہیں تو تربت پر بہار آنے سے کیا

☆☆☆

خلق عالم ہے کرشمہ عشق کی تاثیر کا
آسماں اک تنگ حلقہ ہے مری زنجیر کا

☆☆☆

اڑتے پھرتے ہیں چمن میں مرے ٹوٹے ہوئے پر
ڈھونڈتی پھرتی ہے یوں قوتِ پرواز مجھے

☆☆☆

خطاؤں پر خطائیں اس طرف تھیں ناوک افگن سے
ادھر تیروں سے بنتا جا رہا تھا آشیاں اپنا

☆☆☆

کوئی پوچھے ساکنانِ قبر سے
دردِ دل اب بھی ہے یا آرام ہے

ہائے اخترؔ تجھے خدا بخشے
تیری ہر بات یاد آتی ہے

نوحہ

ستم ہزاروں ہوئے سبط مصطفےٰ کیلئے
بلا کے شاہ کو مہماں کیا جفا کیلئے
حسینؑ ہاتھوں پہ اصغر کو لیکے کہتے تھے
پلا دو پانی مرے لال کو خدا کیلئے
جواب ملتا تھا قطرہ نہ دینگے ہم اس کو
گلا صغیر کا ہے ناوک قضا کیلئے
صدا یہ شاہ نے دی دودھ ماں کا خشک ہوا
یہ بچہ آیا ہے پانی کی التجا کیلئے
کہا یہ شمر نے دریا سے جانور پی لیں
ہے بند آب بن سبط مصطفےٰ کیلئے
کوئی الم نہ ہوا اخترؔ کو جز غم شہ دیں
ہوا ہے خلق یہ دل شاہ پر بکا کیلئے

☆☆☆

شادم کہ من گزشتم و ذکرم گزاشتم
قائم زاین حسینیہ نام و نشان من
کلب حسین بودم و نازم بجز عشق
غافل نہ شد ز ذکر حسینم زبان من

سید العلماء الحاج مولانا سید علی نقی النقوی مجتہد نور اللہ مرقدہٗ

.....ڈاکٹر نیر مسعود

سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب کی وفات نے عالم اسلام کو ایک متبحر عالم اور بلند پایہ خطیب سے محروم کردیا۔ انہوں نے اپنی زبان اور قلم کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ نام ونمود اور دنیاوی فوائد کی فکر سے بے نیاز ہوکر وہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک تقریر وتحریر کے ذریعہ دین اسلام کی ترویج وترجمانی میں منہمک رہے اوران کی سینکڑوں تصنیفوں اور بے شمار تقریروں نے برصغیر کے ذہنوں میں مذہب کا ایک روشن تصور پیدا کردیا۔

ذیل میں مرحوم کی شخصیت اور علمی کارناموں کا بہت مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

سید العلماء (ولادت لکھنؤ ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء) مشہور عالم دین غفران مآب مولوی سید دلدار علی کے اخلاف میں تھے (سید العلماء سید علی نقی النقوی ابن ممتاز العلماء مولوی سید ابوالحسن نقوی ابن شمس العلماء مولوی سید ابراہیم ابن ممتاز العلماء مولوی سید تقی ابن سید العلما مولوی سید حسین ابن سید دلدار علی خاندان اجتہاد کا یہ سلسلہ اپنے علمی تبحر، دینی خدمات اور وطن دوستی کی وجہ سے عہد شاہی میں بھی معزز وممتاز تھا اور اس کی یہ روایت آج بھی برقرار ہے۔ سید العلماء کی رسم بسم اللہ (تعلیم کی باقاعدہ شروعات) نجف اشرف میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے روضہ پر ہوئی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور لکھنؤ کے دوسرے علمائے دین سے حاصل کی اور جامعہ ناظمیہ لکھنؤ سے ممتاز الافاضل، سلطان المدارس سے صدر الافاضل، الہ آباد بورڈ سے عالم اور لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کے امتحانوں میں امتیازات کے ساتھ کامیاب ہوئے طالب علمی کے زمانے ہی سے ان کی غیر معمولی استعداد ظاہر ہونے لگی تھی اور انہوں نے عربی میں مضمون نویسی اور شاعری شروع کردی تھی۔ اسی طالب علمی کے دوران ایک جلسہ میں انہوں نے عربی میں فی البدیہہ اشعار کہہ کر حاضرین کو حیران کردیا تھا۔

۱۹۲۷ء میں ان درسگاہوں سے فارغ التحصیل ہوکر سید العلماء مزید تعلیم کے لئے نجف اشرف (عراق) تشریف لے گئے وہاں انہوں نے نصاب کی انتہائی کتابوں میں، رسائل۔ آیۃ اللہ سبط الشیخ (مصنف کتاب کے نواسے) سے۔ مکاسب آیۃ اللہ نوری سے کفایۃ الاصول۔ آیۃ اللہ مشکینی سے پڑھی۔ ان بزرگوں کے علاوہ انہوں نے آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانی وغیرہ کے درس خارج میں بھی شرکت کی۔ آیۃ اللہ مشکینی نے کتاب۔ کفایۃ الاصول کا حاشیہ لکھا تھا۔ ان کو سید العلماء کی عربی دانی اور علمی استعداد پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے اپنے شاگرد سے اس پر نظر ثانی کرائی۔

نجف کی طالب علمی کے دوران سید العلماء نے عربی میں تین کتابیں ''اقالہ العاثر فی اقامۃ الشعائر۔ اللجعۃ فی اثبات الرجعۃ۔ اور کشف النقاب عن عقائد ابن عبدالوہاب لکھیں جو نجف ہی سے شائع ہوئیں۔ اور علمی اور

دینی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔

نجف اشرف میں پانچ سال قیام اور وہاں سے اجازہ اجتہاد کے حصول کے بعد سید العلماء ہندوستان واپس آئے تو ان کے سینے میں علوم ومعرفت کا دریا لہریں لے رہا تھا۔ دوسری طرف ان میں دنیا کو اپنے قلمی اکتساب سے فیض پہنچانے کے ساتھ دین کی عملی خدمت کی لگن بھی پیدا ہوگئی تھی۔ اس وقت ان کے پیش نظر تین اہم مقاصد تھے جن کے حصول کے لئے وہ اپنی زندگی وقف کردینا چاہتے تھے۔

۱۔ غیر اقوام میں اسلام کو متعارف اور مقبول کرانا۔

۲۔ مسلم معاشرے کی اصلاح

۳۔ اتحاد بین المسلمین۔

امامیہ مشن:

وطن واپسی کے دوسرے سال (۱۳۵۱ھ میں) انہوں نے لکھنؤ میں ایک تبلیغی اور اشاعتی ادارہ امامیہ مشن کے نام سے قائم کیا جس نے سیکڑوں کی تعداد میں مفید کتابیں چھاپ کر ان کی لاکھوں جلدیں ہندوستان اور بیرونی ممالک میں پھیلادیں اس کے علاوہ انہوں نے ایک اردو اخبار ''پیام اسلام'' اور عربی مجلّہ ''الرضوان'' جاری کیا۔ ''الرضوان'' میں ان کی عربی تفسیر قرآن بھی شائع ہوئی تھی۔ امامیہ مشن کے مطبوعات میں بھی غالب حصہ سید العلماء ہی کی تحریروں کا ہوتا تھا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے اپنے یہاں کی مسجد اور مدرسۃ الواعظین میں موعظوں کا سلسلہ شروع کیا اور انہیں لکھنؤ کے باہر بھی وعظ دینے کے لئے بلایا جانے لگا۔ مختصر مدت میں ان کا علمی دبدبہ سب کو محسوس ہونے لگا اور ان کی بے لوث شخصیت نے دلوں میں گھر کرنا شروع کردیا۔

۱۹۳۲ء میں سید العلماء لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ علوم مشرقیہ میں استاد مقرر ہوگئے تھے۔ یونیورسٹی کے اساتذہ میں پروفیسر وحید مرزا۔ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب اور پروفیسر سید احتشام حسین وغیرہ سے ان کے صمیمانہ مراسم تھے۔ خصوصاً ادیب مرحوم ان کی بڑی قدر کرتے تھے اور انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ یہیں سید العلماء کے ذہن میں شہادت امام حسین علیہ السلام کی تیرہ سو سالہ یادگار منانے کا خیال پیدا ہوا اور اس غرض سے انہوں نے انجمن یادگار حسینی کی تشکیل کی۔ انجمن کے ناظم کی حیثیت سے انہوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں کے دورے کئے اور جگہ جگہ تقریریں کرکے حسینی کارنامے کی اہمیت اور واقعہ کربلا کے دوررس اثرات پر اس انداز سے روشنی ڈالی کہ جدید تعلیم یافتہ آزاد خیال ذہنوں اور غیر مذاہب والوں کے دلوں میں بھی یہ احساس بیدار ہوگیا کہ واقعہ کربلا محض ایک مذہبی شخصیت کا المیہ نہیں تھا بلکہ عالم انسانیت کے عظیم ترین کارناموں اور اہم ترین واقعات میں تھا۔

یادگار حسینی مختلف عقائد ومذاہب کے افراد کا مشترک ادارہ تھا اور اس کے مقاصد کسی ایک فرقے میں محدود ہونے کے بجائے بین الاقوامی تھے۔ اس مشترک ادارے کی طرف سے دنیا کو امام حسین اور واقعۂ کربلا سے روشناس کرانے کے لیے ایک جامع کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کتاب کی تیاری سید العلماء کے ذمے کی گئی اور انہوں نے شہید انسانیت کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کرکے انجمن کو پیش کی عام استصواب کے لئے اس کتاب کو چھپوا کر مسودے کے طور پر شائع کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے پڑھ کر اظہار رائے کریں اور مشورے دیں جن کی روشنی میں مناسب اصلاح وترمیم کے بعد اسے اصل کتاب کی حیثیت سے بڑے پیمانے پر شائع کیا جائے۔ اس مسودے کے بعض مندرجات سے اختلاف کیا گیا اور یہ اختلاف رائے مشورے کے بجائے احتجاج اور اشتعال کی صورت میں سامنے آیا۔ ذاتیات اور سیاسیات کی آمیزش نے اس مسئلہ کو علمی بحث کی جگہ عوامی قضیہ بنادیا اور سید العلماء کی مخالفت کا ایسا طوفان اٹھا کہ

ایک عرصے تک ان کی جان اور مقام کو خطرہ لاحق رہا۔ ان کے عقائد کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں پھیل گئیں اور ان کی شخصیت کو بری طرح مسخ کیا گیا۔ کوئی اور ہوتا تو اس صورتِ حال سے اس کا دل و دماغ تہ و بالا فکری صلاحیتیں سلب اور حوصلہ ہمیشہ کے لئے پست ہو جاتا لیکن سید العلماء نے حیرت خیز صبر اور استقامت کے ساتھ اس ہولناک طوفان کا سامنا کیا اور اس بلا کو اپنے اوپر سے گزر نے دیا۔ ان کے علمی مشاغل میں فرق نہیں آیا اور وہ اسی طرح دل جمعی کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ البتہ انہوں نے نجف سے آنے کے بعد میدان عمل میں جن اصلاحی سرگرمیوں کے منصوبے بنائے تھے ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر اپنی ساری فکری تو توں کو تحریر و تقریر پر مرکوز کر دیا۔ مواعظ میں ان کے مخاطبین کا دائرہ محدود تھا۔ لیکن اب انہوں نے مجالس عزاء میں ذاکری شروع کی اور یہ دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ ان کی مجلسوں میں شرکت کرنا ایک خوشگوار اور روح پرور تجربہ ہوتا تھا اور اس کی امید کم ہے کہ ان کا سا ذاکر پھر کبھی زیب منبر ہو۔ ان کی ہر مجلس کسی نہ کسی مخصوص اور اہم (اور بعض اوقات اسی وقت دئے ہوئے) موضوع پر ہوتی تھی جس سے وہ ہٹتے نہیں تھے اور عموماً بیانِ مصائب تک کو اپنے موضوع سے مربوط رکھتے تھے۔ مدلل انداز بیان شگفتہ زبان، نپے تلے الفاظ، باریک اور دقیق نکات کو عام فہم بنا دینا انکی خطابت کے نمایاں خصوصیات تھے، ان مجالس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کو زبان پر کیسا کامل عبور تھا۔ اظہار مطلب کے لئے مناسب ترین الفاظ ان کی زبان پر فوراً آجاتے تھے۔ منبر پر کبھی کبھی وہ اعلیٰ درجے کی جس مزاج کا مظاہرہ اس لئے کرتے تھے کہ ان کے بیان کی متانت میں ذرا فرق نہ آتا تھا۔ ان مجالس کے ذریعہ سید العلماء نے بے شمار ذہنوں کی تربیت کی اور ان کے بیانات علوم اسلامی کی درسگاہ کا کام کرتے تھے۔ ان بیانات نے انہیں ہندوستان اور پاکستان میں

بہت مقبول و محترم بنا دیا تھا۔ اور مذہبی موضوعات کو استدلالی قوت کے ساتھ پیش کرنا ان کی وہ خصوصیت تھی جس کی وجہ سے نیاز فتح پوری اور جوش ملیح آبادی کے سے "تعقل پرست" بھی ان کے گرویدہ تھے۔

ذاکر:

ذاکر کی حیثیت سے سید العلماء کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور مصروفیت کو دیکھ کر ان کے بعض علم دوست بہی خواہ یہ اندیشہ محسوس کرنے میں حق بجانب تھے کہ یہ تقریری سرگرمیاں ان کے تحریری کاموں پر اثر انداز ہوں گی اور اب ان کی تصنیف و تالیف کی رفتار کم ہو جائے گی لیکن یہ اندیشہ صحیح نہیں ثابت ہوا۔ اور سید العلماء کی کتابوں پر کتابیں منظر عام پر آتی رہیں۔ وہ صبح سے بارہ بجے تک لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے اور اس تناسب سے ذاکری میں ان کے وقت کا بہت کم حصہ صرف ہوتا تھا۔ وہ بیک وقت کئی تصنیفی کام ہاتھ میں لیتے تھے اور جب ایک کتاب لکھتے لکھتے تھکنے لگتے تو دوسری کتاب میں مصروف ہو جاتے تھے۔ یہ انکے تازہ دم ہو جانے کی صورت تھی۔ ان کی ذاکری بھی ایسی ہی ایک صورت تھی علاوہ بریں ان کی متعدد مجلسوں کے بیانات رکارڈ کر کے تحریری صورت میں شائع کر دیئے گئے ہیں۔ اور بلند پایہ علمی کتابوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابھی ان کے مداحوں کے پاس کثیر تعداد میں ان کے بیانات رکارڈ کئے ہوئے محفوظ ہیں۔ ان سب کو تحریر میں لاکر شائع کیا جائے تو سید العلماء کی تصانیف کی تعداد میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔

۱۹۵۹ء میں سید العلماء کا تقرر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات میں ریڈر کی حیثیت سے اس طرح ہوا کہ انہوں نے اس جگہ کے لئے درخواست نہیں دی بلکہ مسلم یونیورسٹی نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اس جگہ کو قبول کر لیں کچھ عرصے بعد وہ اسی شعبے میں پروفیسر، پھر دینیات کی فیکلٹی کے ڈین مقرر ہوئے۔

سبکدوشی کے بعد یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے انکو ریسرچ پروفیسر مقرر کر دیا اور اس حیثیت میں وہ کئی سال تک شعبۂ دینیات سے وابستہ رہے۔

علی گڑھ یونیورسٹی مسلم دانشوری کا ایک مرکز ہے، اس مرکز میں سید العلماء، کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ درس و تدریس کے علاوہ یہاں انہوں نے مختلف موقعوں پر جو تقریریں کیں وہ سننے والوں کے لئے ناقابل فراموش ثابت ہوئیں۔ اس کے علاوہ ان کی علمی فیض رسانی، قناعت پسند طبیعت بے ریا کردار اور ہر قسم کی سیاست سے کنارہ کشی نے ذہنوں اور دلوں پر ان کی شخصیت کا گہرا نقش قائم کر دیا۔

تصنیفات:

سید العلماء کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد تین سو اور چار سو کے درمیان ہے۔ ان کی کتابوں کے موضوعات کا تنوع حیرت انگیز ہے، اور ہر کتاب اپنے موضوع پر مصنف کا کامل عبور ظاہر کرتی ہے۔ عام قارئین کے لئے بھی ان کتابوں میں استفادے کے بے شمار پہلو ہیں لیکن ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود بھی بلند علمی درجات پر فائز ہوں۔ ان میں سے کچھ کتابیں حسب ذیل ہیں:-

تحریف قرآن کی حقیقت، تذکرۂ حفاظ شیعہ، ترجمۂ قرآن۔ مقدمۂ تفسیر قرآن۔ تفسیر قرآن (۷ جلدیں) قرآن کے بین الاقوامی ارشادات، خدا کی معرفت، توحید، عدل، نبوت، معاد، جبر و اختیار، خلافت و امامت، نظام زندگی، اسلام کی حکیمانہ زندگی، اسلام اور انسانیت، تجارت اور اسلام، مسلم پرسنل لا، ناقابلِ تردید، متعہ اور اسلام، تاریخ اسلام (۴ جلدیں)۔ رہ نمایانِ اسلام، تقیہ حج و جنات، اثبات پردہ، عدم تشدد اور اسلام، ہمارے رسوم و قیود، شادی خانہ آبادی، لاتفسدوا فی الارض، اتحاد بین المسلمین، شہید انسانیت، مجاہدۂ کربلا، حسینؑ اور اسلام، شہدائے کربلا، خطبات کربلا، حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام، ہلاکت و شہادت، فلسفۂ گریہ، جناب فخر انا آب۔ چہاردہ معصومین کی سوانح عمریاں (۱۴ کتابیں) دنیا، آخرت کی کھیتی، سجدہ گاہ، سفرنامہ حج۔ کتاب شہید انسانیت اور تفسیر قرآن کا شمار بجا طور پر سید العلماء کے شاہکاروں میں ہوتا ہے۔ "شہید انسانیت" کے بارے میں عام رائے ہے کہ واقعۂ کربلا اور سیرت امام حسین علیہ السلام پر اتنی جامع کتاب دنیا کی کسی زبان نہیں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے مسودے کی اشاعت کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی اس کے پیش نظر سید العلماء نے مسودے کو واپس لے لیا تھا۔ نظر ثانی کے بعد جب انہوں نے کتاب کو ایک مستقل تالیف کی حیثیت سے شائع کیا تو بہتوں کو یہ توقع تھی کہ اس کے پیش لفظ میں وہ بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات، واقعات کا تذکرہ مع تبصرہ کریں گے جو مسودے کی اشاعت کے ساتھ وابستہ تھے لیکن جب کتاب سامنے آئی تو اس کے پیش لفظ کے ایجاز، اختصار نے پڑھنے والوں کو حیران کر دیا۔ چونکہ یہ پیش لفظ سید العلماء کی عالی ظرفی کے ساتھ اردو زبان پر ان کے تسلط کا بھی عمدہ نمونہ ہے، اس لئے ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔

"بفضل الٰہی اب اس کی توفیق سے وہ ہنگام آ گیا کہ "شہید انسانیت" اصل کتاب کی شکل میں منظر عام پر لائی جا سکے۔ کتاب کے "مسودے" کی بہ غرض استصواب اشاعت کے بعد جن افراد نے نرم و گرم مختلف لہجوں اور تعمیری و تخریبی مختلف صورتوں سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا وہ سب ہی شکریے کے مستحق ہیں اور اس ایڈیشن میں اصل مقصد کتاب اور نشر حسینیت کے اہم مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے جہاں تک ممکن تھا ان سب کا لحاظ کیا گیا ہے۔" والسلام۔

علی نقی النقوی عفی عنہ

تفسیر قرآن سید العلماء کی تمام عمر کی علمی

ریاضتوں اور ذہنی صلاحیتوں کا ثمرہ ہے اور اس کو اسلامی علوم و معارف کا مخزن کہا جا سکتا ہے۔ اگر ان کے قلمی آثار میں صرف یہی ایک کام ہوتا تو بھی ان کا شمار جید علماء اسلام میں ہوتا ہے۔

ان علمی کارناموں نے سید العلماء کے بعض اور ادبی کمالات کو پس منظر میں پہنچا دیا۔ وہ عربی کے قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا دیوان اور عربی قصیدہ کا مجموعہ بیروت اور قاہرہ سے شائع ہوا۔ انہوں نے میر انیس کے شاہکار مرثیے ''جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے'' کا عربی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اصل مرثیے کی طرح یہ ترجمہ بھی مسدس کی تہنیت نہیں ہے اور اس لحاظ سے عربی شعریات میں ایک منفرد چیز ہے۔ وہ اردو اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور ان دونوں زبانوں میں انہوں نے متعدد مرثیے، نوحے، قصیدے وغیرہ نظم کئے جو بیشتر دوسروں کے نام سے منسوب ہوئے اس کے علاوہ انہیں تاریخ گوئی میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ خصوصاً عربی میں انہوں نے بہ کثرت اور بہت برجستہ تاریخیں کہی ہیں:

تصنیفات و تالیفات کے علاوہ سید العلماء کی ایک اہم یادگار ان کے صاحبزادے ڈاکٹر مولانا سید علی محمد نقوی صاحب ہیں جن کی تعلیم و تربیت میں انہوں نے بڑی محنت کی اور جن پر میر انیس کا یہ مصرع صادق آتا ہے:

بیٹا وہ ہے قدم بہ قدم ہو جو باپ کے

علی محمد صاحب انگریزی اور عربی کے فارغ التحصیل ہیں اور قدیم و جدید علوم پر ان کی گہری نظر ہے ایران سے ان کی گیارہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے آٹھ وہاں کے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں۔ یقین ہے کہ وہ اپنے پدر بزرگوار کی علمی روایت کو آگے بڑھائیں گے۔

آخری ایام:

گزشتہ چند سال میں سید العلماء کی صحت بہت بگڑ گئی تھی اور ان کا ضعف بڑھتا جا رہا تھا۔ علی محمد صاحب نے ان کے علاج معالجے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور ان کی صحت میں گاہ گاہ بہتری کے آثار بھی نظر آنے لگتے تھے لیکن وقت موعود قریب آتا جا رہا تھا۔ آخر ان کی حالت تشویشناک ہوگئی اور انہیں بلرام پور اسپتال لکھنؤ میں داخل کرایا گیا جہاں ۱۷ اور ۱۸ رمئی ۱۹۸۸ء کی درمیانی شب میں ایک بج کر ۳۵ منٹ پر انہوں نے انتقال کیا۔

۱۸ رمئی کو سہ پہر چار بجے حسینیہ سید تقی صاحب جنت مآب لکھنؤ سے متصل مسجد میں ان کی تدفین ہوئی۔

سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی صاحب مرحوم ان علمی شخصیتوں میں تھے جن کو نابغہ روزگار کہا جا سکتا ہے۔ ان کی منزلت کا پورا اندازہ ابھی تک اس لئے نہیں کیا جا سکا ہے کہ وہ ہمارے ہم عہد تھے۔ اور کبھی کبھی جب کوئی شے آنکھوں کے بہت قریب ہوتی ہے تو اس کے پورے نقوش ٹھیک سے نظر نہیں آتے۔ مرزا غالب نے کہا تھا:

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر غالب کہ در زمانہ تست

اے گذشتہ سخن وروں میں رہنے والے! محض اس بنا پر غالب کا انکار نہ کر کہ وہ تیرے ہی زمانے میں ہے۔ اب جبکہ سید العلماء ہمارے زمانے میں نہیں رہے اور گذشتگان میں شامل ہوگئے ہیں، یقین ہے کہ ان کے علمی اثر و نفوذ کا ایک نیا اور طویل دور شروع ہوگا۔ جو گذشتہ دور سے بھی زیادہ تابناک ہوگا۔

قطعات تاریخ ارتحال پرملال حضرت مولانا سید علی نقوی طاب ثراہ

۱۔ قطعۂ تاریخ مصنفۂ شمس الرحمٰن فاروقی صاحب

چوں آں شناور معنی علی نقی نقوی
کنارہ کرد ازیں بحر اشک و رنج محن
زارض تا بہ فلک سیل گریہ گشت بلند
زانس و جن بہ غم اوشدند درشیون
زعیم شرع نبی قاطع ضلال و کفر
مدبرش پئے تنویر دیں ضیا افگن
تحقلش سند محکم امور نبی
تفکرش پئے مسلم دلیل شدبین
حدیث و علم کلام خدا و ذکر امام
زبوے اوست معطر ہزارہا گلشن
چو او برفت دل از دست ملک و ملت رفت
''چساں تحمل ایں داغ بے دلی کردن''
۱۹۸۸ء

۲۔ قطعۂ تاریخ مصنفۂ حافظ ضیاء الدین شمسی طہرانی

چھایا ہوا فضاؤں میں اک ارتعاش ہے
سنگ الم سے شیشۂ دل پاش پاش ہے
ہر سانس ہے کہ چبھتی ہوئی اک خراش ہے
یہ بلبلوں کے دوش پہ کس گل کی لاش ہے
پوچھا جو میں نے کون یہ عالی جناب ہے
ہاتف پکارا تھا ''دل غفراں مآب'' ہے
۱۴۰۸ھ

غفراں مآب کون؟ وہ دانائے روزگار
'' شیعیت کا ہند میں سرمایۂ وقار
'' فقہ جعفری کا دمکتا ہوا منار
، گمرہوں کے حق میں ہدایت کی اک پکار
وہ مجتہد کہ سایۂ ایزد کہیں جسے
اسلام کی زباں میں مجدد کہیں جسے
تفسیر و فقہ و فلسفہ، تاریخ و شاعری
منطق، ادب، بیان، حدیث پیمبری
صرف، لغت، نجوم، معانی، ہنر گری
حامل ہر علم و فن میں تھا، فیضان حیدری
رشتہ ملا رہا تھا وہ دیروز و امروز کا
سنگم تھا وہ علوم قدیم و جدید کا
ہو ابن بابویہ کہ طوسی و طبری
مسعودی ہو کہ محسن و ہادی و مجلسی
صدرا ہو یا کہ شیخ بہائی عاملی
قاضی شوستر ہو کہ صافی کہ نیمرودی
ان کی صفات خاص کا مظہر کدھر گیا
گردون حق کا نیر اکبر کدھر گیا
ہاں تھا اسی چمن کی کلی وہ علی نقی
شہراہ حق تھی جس کی گلی وہ علی نقی
روح وفا کا نقش جلی وہ علی نقی
سرتا قدم ولائے علی وہ علی نقی
تاریخ کے لیے جو مرا دل تھا چاک چاک
ہاتف پکارا، ''گنج امامت ہے زیر خاک''
۱۴۰۸ھ

۳۔ قطعۂ تاریخ مصنفۂ محسن نقوی

''کتاب عمل''

ڈوبی ہوئی الم میں سحر، غم میں شام ہے
دامن میں آندھیوں کے اجل کا پیام ہے
ہے رحلت فقیہ، نقی جس کا نام ہے
جس کا بہشتیوں میں بہت احترام ہے
ابن ابوالحسن تھا عمل کی کتاب تھا
وہ اس صدی کا اصل میں غفراں مآب تھا

☆☆☆

مجلس شام غریباں کا آغاز وارتقاء

.....سید عازم حسین عزمؔ

یوں تو ایام عزا کی تمام مجلسیں گریہ وزاری کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہیں لیکن کچھ مجلسیں الگ ہی شان رکھتی ہیں جسمیں عصر عاشور اور شام غریباں کی مجلسیں خصوصیت رکھتی ہیں۔ محرم میں روز عاشور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے ماتم داران حسینؑ کے غم والم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ عصر عاشور کے وقت کربلا کے وہ دلسوز اور روح فرسا مناظر کہ جسمیں ایک دوپہر میں جناب سیدہؑ کا چمن اجڑ گیا۔ حسینؑ اور جانثاران حسینؑ شہید کردیے گئے۔ عصر عاشور کے وقت جو مجلس ہوتی ہے اسمیں گریہ وزاری اپنے کمال پر ہوتا ہے۔ برصغیر میں شاید ہی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں حسینؑ کے چاہنے والے ہوں اور عصر عاشور وہ شام غریباں کی مجلس نہ ہوتی ہو۔ عصر عاشور کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا ہے ماحول اور غمگین ہوتا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ شہادتوں کے بعد جو مصائب اہل حرم پر گزرے ہیں خیموں کا جلنا، چادروں کا چھننا، بھوکے پیاسے بچوں کا تڑپنا وغیرہ وغیرہ جن کیفیات کو جمیل مظہری مرحوم نے مرثیہ شام غریباں میں عجب انداز سے نظم کیا ہے۔ دو بند ہم پیش کر رہے ہیں۔

شام غم شام الم شام غریباں ہے یہ شام
خون سادات سے گلزار بہ داماں ہے یہ شام
مرثیہ خوان شباب گل و ریحاں ہے یہ شام
چند خیمے ابھی جلتے ہیں چراغاں ہے یہ شام
اور سلگتا ہے ادھر زینب وکلثوم کا دل
ام قاسم کا جگر مادر معصوم کا دل

موجیں دریا کی ہیں خاموش ہوا نیند میں ہے
بیکسی چپ ہے گروہ شہدا نیند میں ہے
ہر اسیر الم و رنج و بلا نیند میں ہے
سوتی ہے غیرت حق قہر خدا نیند میں ہے
کون پہرے پہ ہو بنت اسد رب کے سوا
کوئی بیدار نہیں ہے دل زینب کے سوا

یہ تمام مناظر دل ودماغ میں گردش کرتے ہیں ہر طرف اداسی چھائی ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں جب ذاکرین مصائب شام غریباں بیان کرتے ہیں تو گریہ و زاری اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ شام غریباں کی مجلس کے آغاز وارتقاء کا شرف بھی وادی السلام ہند حسینیہ غفرانمآب لکھنؤ کو حاصل ہے۔ عزاخانہ غفرانمآب ہی میں مجلس شام غریباں کا آغاز ہوا اور اسی عزاخانہ میں ۱۳۳۱ میں ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب مرحوم کی ذاکری کی بھی ابتدا ہوئی۔ عمدۃ العلماء نے اپنی پہلی اور آخری مجلس اسی عزاخانہ میں خطاب کی۔

حکیم امت ڈاکٹر کلب صادق صاحب کو ان کے والد مرحوم نے اپنی ذاکری اور مجلس شام غریباں کی ابتدا کے سلسلے میں جو کچھ بتایا تھا اپنے حافظے کی بنیاد پر راقم السطور کو ریکارڈ کروادیا۔ جسے ہم احاطۂ تحریر میں لانے کی

سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ان باتوں سے دوسرا شاید ہی کوئی واقف ہو۔ ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

''مجلس شام غریباں کی ابتدا اور عمدۃ العلماء کی ذاکری کی ابتدا میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ والد مرحوم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ انکا ذاکر یا خطیب بننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا جب پرانے طرز کی ذاکری ہوا کرتی تھی اور کوئی ذاکر قدیم طرز میں امام باڑے کی مجلسیں پڑھا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک سال محرم سے کچھ ہی روز پہلے ان کا انتقال ہوگیا تو میرے جد مرحوم مولانا آقا حسن صاحب نے میرے والد مرحوم سے کہا کہ جو ذاکر یہاں مجلسیں پڑھتے تھے ان کا انتقال ہوگیا اور اس سال مجلسیں تمہیں پڑھنا ہیں۔ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سن کر میں بہت پریشان اور مبہوت سا ہوگیا۔ میں تو منبر پر کبھی بیٹھا نہیں لیکن میرے جد مرحوم کے اصرار پر میرے والد تیار ہوئے اور پہلے سال مجلسیں یوں پڑھیں۔ ایک لمبے سے رجسٹر پر لکھ لیتے تھے۔ لوگوں کے سامنے چہرہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اسلئے رجسٹر نما کتاب کو اپنے منہ کے سامنے رکھ کر اسکو دیکھ دیکھ کر مجلسیں پڑھا کرتے تھے یہاں سے میرے والد ماجد کی ذاکری کی ابتدا ہوئی جو ایک حادثہ اور اتفاق کے طور کے اوپر تھا۔''

یہ غفرانمآب عزاخانے کے منبر کا فیض تھا کہ جس ذاکر نے ابتدائے ذاکری میں منہ چھپا چھپا کر مجلسیں پڑھیں ہو وہ کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد ہزاروں کے مجمع میں عین مجلس کے وقت کسی موضوع کی فرمائش کیجئے تب بھی بیان میں فرق نہیں آتا تھا لوگ فرش مجلس سے پرچے بھیجتے تھے تب بھی پیشانی پر شکن نہیں آتی تھی۔

جناب کوکب قدر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

''میں شفیق محترم سرکار سعید الملت کا ممنون ہوں کہ سرکار موصوف نے ایک نہایت ہی قابل قدر مقالہ کی طرف مجھے متوجہ کیا یہ مقالہ جناب ضیاء الحسن صاحب موسوی مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے جو موجودہ جریدہ 'ارشاد' کراچی میں شائع ہوا ہے۔ اس میں سرکار مرحوم کے زور خطابت کا ایک نہایت دلچسپ کراچی کا واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔ نصف شب سے کچھ پہلے کا وقت تھا جہانگیر پارک بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ کراچی کے ہزاروں مسلمان میلاد سرور کائنات کے جلسے میں مختلف علماء وزعماء کی تقریریں سن رہے تھے یکا یک ایک باوقار عالم عمامہ عبا، قبا کے ساتھ مائکروفون کے سامنے آئے۔ عام شرکاء نے اس خیال سے کہ یہ بزرگوار آیات و حدیث کی تلاوت فرمائیں گے چائے پینے یا گھر جانے کیلئے کھسکنا شروع کیا مگر چند لمحے نہ گزرے تھے کہ سارے مجمع پر ایک عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی کانوں میں شہد ٹپکا رہا ہے۔ کوثر سے دھلی ہوئی زبان اور عظمت محبوب الٰہی کا بیان جانے والے واپس آگئے بیٹھنے والے اسٹیج کی طرف کھسکنے لگے۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگ بیتاب ہوکر واہ واہ کے نعرے بلند کرنے لگے۔ پندرہ منٹ کی تقریر میں ایسا سماں بنا کہ ہر شخص جادو بیانی سے مسحور ہوگیا اور اس کے بعد جو مشہور ومعروف سیاستداں پارلیمانی خطیب اور مذہبی مقرر بزرگوار تقریر کرنے کھڑے ہوئے وہ ایسے بوکھلائے کہ کہنا کچھ چاہتے تھے اور کہتے کچھ اور تھے۔'' (تذکرہ عمدۃ العلماء ۱۹۶۳ء)

شام غریباں کا آغاز وارتقاء:۔

''ڈاکٹر کلب صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۲۴ء کا محرم تھا۔ غفرانمآب کے امامباڑے میں عصر عاشور کی مجلس ختم ہوچکی تھی اور فاقہ شکنی وغیرہ ہوچکی تھی۔ والد مرحوم اور کچھ مومنین اور اتفاق سے کچھ غیر ملکی حضرات بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور فنجان استکان کہا جاسکتا ہے بغیر دودھ کی چائے چل رہی تھی کہ اس وقت یہ کہا گیا کہ اگر اس وقت بھی نماز مغرب کے بعد ایک مجلس ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اس وقت چند آدمیوں میں جن کی تعداد ۲۵-۳۰ رہی ہوگی مجلس برپا ہوئی اس مجلس کو اب اس وقت وہ غیر معروف شخصیت ہوگئے ہیں مولانا سبط محمد ہادی جنکی عرفیت کلن صاحب تھی جو بہت زمانے تک مرشدآباد میں ہائی کورٹ کے عہدے پر رہے اور خود وہ اپنے وقت کے مرجع اعظم میر

آغا صاحب کے فرزند تھے۔ اپنے عنفوان شباب میں وہ بیان مصائب کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے اور مصائب انکے جیسے کوئی نہیں پڑھتا تھا۔ مصائب کا وقت تھا۔ طے یہ ہوا کہ مجلس وہ پڑھیں گے چنانچہ وہ مجلس انہوں نے پڑھی۔ مجلس غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئی۔ بہت زیادہ انمیں گریہ و بکا ہوا۔ اس طرح شام غریباں کی مجلس کی ابتدا ہوئی لیکن اس کے بعد سے ۱۹۶۲ء تک والد مرحوم اس مجلس کو غفرانمآب کے امامباڑے میں پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں مہاراجکمار محمود حسن ناں اقبال منزل اور انکے چھوٹے بھائی مہاراجکمار امیر علی خاں ان دو حضرات کی کوششوں سے پہلی مرتبہ آل انڈیا ریڈیو پر نشر ہونا شروع ہوئی۔ یہ اس وقت کی عجوبہ چیز تھی جہاں جہاں بھی آل انڈیا ٹرانسمیٹر کی آواز جاتی تھی لوگ اس مجلس کے سننے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ یہ مجلس شام غریباں میرے والد بہت تیاری سے پڑھتے تھے اور یہ انکی شاہکار مجلس ہوا کرتی تھی ۱۹۶۲ء تک والد مرحوم پڑھتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں وہ غذا کی نلی کے کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اس سال وہ محرم کی مجالس غفرانمآب میں نہیں پڑھ سکے۔ بھائی صاحب مرحوم لکھنؤ میں تشریف فرما نہیں تھے اس سال یہ فریضہ میرے سپرد کیا گیا اور اس سال میں نے مجلسوں کو پڑھا۔ اس بیچ میں سے صرف ایک مرتبہ آٹھ محرم کو بھائی صاحب تشریف لے آئے تھے لہٰذا وہ مجلس انہوں نے پڑھی اور پھر ۹ محرم کو مجلس میں نے پڑھی۔ ۱۰ محرم کو والد ماجد کی علالت کو کافی عرصہ ہو چکا تھا اور وہ حد سے زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ غذا کی نلی میں کینسر تھا لہٰذا غذا تقریباً بالکل بند تھی لیکن پھر بھی انہوں نے یہ چاہا کہ عصر عاشور کی مجلس وہ پڑھیں۔ ان میں یہ حالت بھی نہیں تھی کہ وہ امامباڑے تک جا سکیں۔ اس لئے فینس کے اوپر امامباڑہ تشریف لے گئے اور بہت مشکل سے تھوڑی دیر تک عصر عاشور کی مجلس پڑھی۔ دنوں کا فاقہ نہیں بلکہ مہینوں کا فاقہ تھا۔ کمزوری بہت تھی انکا کہنا یہ تھا کہ یہ مجلس اس لئے پڑھی کہ یہ مجلس میں پڑھ لوں اور اگر مجھ میں حال رہے تو شام غریباں کی مجلس بھی پڑھوں گا۔ شام غریباں کا مسودہ وہ لکھ چکے تھے لیکن وہاں سے واپس آنے کے بعد انکو یہ احساس ہو گیا تھا کہ شام غریباں کی مجلس وہ نہیں پڑھ سکتے اس وقت انہوں نے تقریباً پانچ یا ساڑھے پانچ بجے وہ مسودہ مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ مجلس تم کو پڑھنا ہے ظاہر ہے کہ ساڑھے آٹھ بجے مجلس کا وقت تھا اور ساڑھے پانچ بجے مسودہ ملا۔ اور یہ ایک سال وہ تھا جو شام غریباں کی مجلس میں نے پڑھی۔ اسکے بعد سے بھائی صاحب مرحوم مولانا کلب عابد صاحب عشرۂ محرم کی مجلس کے ساتھ شام غریباں کی مجلسوں کو پڑھتے رہے اور یہ سلسلہ انکی وفات تک جاری رہا اور اب اس مجلس کو انکے فرزند عزیزی کلب جواد صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ مجلس اپنی جگہ پر یادگار ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجلس شام غریباں ہندوستان اور پاکستان کے تمام بڑے بڑے عزاخانوں میں ہوتی ہے انکی ایک شان ہوتی ہے لیکن اب بھی جو منظر شام غریباں کا لکھنؤ کی شام غریباں میں ہوتا ہے اور جو عظیم اجتماع لکھنؤ کی شام غریباں میں ہوتا ہے اور جس طرح سے یہاں شبیہیں نکلتی ہیں اور جس طرح کا ماحول یہاں سوگوارانہ ہوتا ہے وہ اور کہیں نہیں ہوتا۔''

راقم الحروف نے اس دور کے کچھ بزرگوں سے جو عمدۃ العلماء کی مجلس شام غریباں میں شرکت کر چکے تھے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجمع کا عالم یہ ہوتا تھا کہ امامباڑے کا وسیع و عریض صحن تنگ ہو جاتا تھا اور مومنین جگہ جگہ ریڈیو کے ذریعہ بھی مجلسیں سنا کرتے تھے۔ اور اتنا شدید گریہ طاری ہو جاتا تھا کہ کچھ لوگوں کو میڈیکل کالج لے جانا پڑتا تھا۔

جس مجلس کا آغاز ۲۰ اور ۲۵ افراد کے درمیان ہوا ہو آج ہزاروں کی تعداد میں مومنین شرکت کرتے ہیں اور کروڑوں لوگ اسکو سنتے ہیں۔ جانشین آقائے شریعت مولانا کلب جواد صاحب سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے اس مجلس کو خطاب کرتے ہیں اور مجلس شام غریباں اسی شان کے ساتھ ہوتی ہے۔

جناب مولانا سید حسن صاحب طاب ثراہ

کا

مختصر تعارف

یوں تو اس کارخانۂ حیات میں لوگوں کا آنا جانا جاری ہے جناب آدمؑ سے لیکر آج تک جس نے اس دار فانی میں قدم رکھا چند روزہ زندگی گزارنے کے بعد دار بقاء کی طرف کوچ کر گیا تو اس طرح یہ سلسلہ جناب آدمؑ سے آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگا۔ لوگ آتے ہیں زندگی گزارتے ہیں اور چلے جاتے ہیں کچھ دن اثرات رہتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں لیکن انہیں آنے جانے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی لحاتی زندگی میں اپنی مقصدیت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے کردار و عمل سے ایسے نقوش چھوڑتے ہیں جن پر ہمیشگی کی مہر ثبت ہو جاتی ہے

موت انکی ہے کرے جسکا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

اور وہ افراد اپنی زندگی امت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت اسلام کی سربلندی اور دین کی عظمت و رفعت کے لئے گزارتے ہیں انہیں افراد کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے ملاذ العلماء حجۃ الاسلام مولانا السید حسن صاحب کا جنہوں نے پوری زندگی تبلیغ دین میں گزاری۔

مرحوم فقہ اسلامی کے ماہر اور کئی زبانوں پر عبور رکھنے والے اسلامی ادیب تھے۔ برادرم اسیف صاحب کے مسلسل اصرار پر میں ملاذ العلماء کی زندگی کے مختصر خاکہ میں محترم عابد حسین حیدری صاحب کے تذکرہ "ملاذ العلماء ایک تعارف" سے استفادہ کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

.....عازم حسین عزمؔ

نام و نسب:۔

ملاذ العلماء کا پورا نام سید حسن نقوی ابن مولانا سید محمد صاحب عرف میرن صاحب بن سید محمد تقی بن شمس العلماء و سید العلماء مولانا سید محمد ابراہیم بن فخر المدرسین ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب جنت مآبؒ بن سید العلماء سید حسین صاحب (علیین مکانؒ) بن مولانا سید دلدار علی (غفرانمآبؒ)۔

جائے ولادت و تاریخ ولادت:۔

مولانا سید حسن نقوی صاحب لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور انکی تاریخ ولادت بتحقیق چودھری سبط محمد نقوی

صاحب ۸ر دسمبر ۱۹۳۲ء ہے۔

تعلیم و تربیت:۔

ملاذ العلماء کے والد مولانا سید محمد میرن صاحب جو خود بھی عالم باعمل تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم خود دینا شروع کی اور اپنے بیٹے کی ذہانت و ذکاوت دیکھتے ہوئے لکھنؤ کی مشہور علمی درسگاہ مدرسہ ناظمیہ میں داخل کردیا۔ جہاں انہوں نے مولانا سید محمد یوسف صاحب، مولانا مقرب حسین امروہوی، مولانا سید عابد علی، مولانا شیخ ناصر علی سرسوی، مولانا سید محمد مہدی صاحب وغیرہ سے تحصیل علوم کی۔

فوقانیہ درجات تک مدرسہ ناظمیہ میں زیر تعلیم رہے اور عالیہ درجات کی تعلیم کے لئے سلطان المدارس تشریف لے آئے۔ سلطان المدارس میں جن اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ مولانا سید عبدالحسین صاحب بابائے منطق۔ مولانا سید علی حسین منگیر۔ مولانا سید حسین صاحب (آل ہادی الملت) مولانا سید محمد صاحب ابن باقر العلوم) مولانا سید حسن صاحب (آل ہادی الملت) مولانا سید احمد صاحب آل ہادی الملت۔ مولانا سید ابن حسن صاحب نونہروی سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین۔ مولانا سید الطاف حیدر صاحب (محمد آباد مئو) مولانا سید صغیر حسین صاحب (محمد آباد مئو) مولانا سید خادم حسین صاحب۔ مولانا سید عالم حسین صاحب (بڑاگاؤں فیض آباد) مولانا سید محمد عادل صاحب بڑاگاؤں بارہ بنکی۔ مولانا سید علی صاحب (ابن باقر العلوم) سابق پرنسپل۔ مولانا عارف حسین صاحب۔

ملاذ العلماء کی تعلیم و تربیت میں سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب بھی شامل ہیں سید العلماء نے مولانا کو فقہ و اصول کی بہت سی کتابیں پڑھانے کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

سید العلماء ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ وہ ایک مصلح اور سنجیدہ خطیب ایک بہترین فنکار اور مذہبی ادیب بھی تھے۔ سلطان المدارس کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا نے لکھنؤ یونیورسٹی سے شعبۂ علوم مشرقیہ سے فاضل ادب بھی کیا۔ ۱۹۵۶ء میں سلطان المدارس سے فارغ ہوئے۔

نجف اشرف:۔

تحقیق و تجسس اور علم کی پیاس بجھانے اور اجازۂ اجتہاد کی تحصیل کے لئے نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں مدرسۂ امام بروجردی میں قیام کیا اور حصول علم میں مصروف ہوگئے۔ نجف میں آقائے سید محسن الحکیم آقائے سید ابوالقاسم الخوئی اور محمد علی مدرس افغانی کے دروس میں شامل ہوکر اکتساب کیا۔

۱۹۶۱ء میں لکھنؤ تشریف لائے۔ کچھ عرصے تک لکھنؤ میں قیام کے بعد ۱۹۶۱ء میں پہلا تبلیغی سفر کیا اور افریقہ کے مختلف ممالک جس میں زنجبار، یوگنڈا، تنزانیہ وغیرہ شامل ہیں، گئے۔ ۱۹۶۲ء میں پاکستان کا سفر کیا اور ۱۹۶۸ء میں کینیا اور تنزانیہ کا سفر بھی کیا۔ ۱۹۶۹ء میں تبلیغی سلسلے کا تیسرا سفر کیا۔ ۱۹۷۱ء میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے عراق و ایران تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۵ء میں انگلینڈ کا سفر کیا اور وہاں امام جمعہ رہے۔ ۱۹۸۲ء تک انگلینڈ اور کینیڈا ہی میں تبلیغی فرائض انجام دیتے رہے اور پھر لکھنؤ تشریف لائے۔ ۱۹۷۱ء میں سیریا جناب زینبؑ کے روضہ پر زیارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ ۱۹۸۴ء میں دوبارہ پاکستان اور دبئی کا سفر کیا۔ ۱۹۸۸ء میں فریضۂ حج ادا کیا اور ۱۹۹۱ء ۱۹۹۴ء میں بھی حج کے سفر پر گئے۔

تصانیف:۔

ملاذ العلماء تا زندگی زبان و قلم کے ذریعہ خدمت دین و مذہب کرتے رہے اور اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام ہی کے لئے وقف کردیا۔ مرحوم نے اپنے اثاثہ میں یادگار تصنیفات و تالیفات چھوڑی ہیں جسمیں کچھ تو زیور طبع

سے آراستہ ہوئی ہیں اور زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔ چند اہم تصنیفات کے نام ہم یہاں پیش کر رہے ہیں:۔

شرح رسائل، شرح کفایہ، حاشیہ لمعہ، حاشیۂ سیوطی، رسائل اردو، شیخ کاظم قزوینی کی تقاریر کا مجموعہ، اصول کافی انتخاب، اردو ترجمہ و شرح غیر مطبوعہ ان کے علاوہ مختلف غیر مطبوعہ کتابیں منتظر اشاعت ہیں اور بہت سے مقالات اور مضامین بھی ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہوچکے ہیں۔ مقالات کا ایک مجموعہ بھی ہے جو مقالات ملاذ العلماء کے نام سے شائع ہوا ہے۔

مرحوم کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ اپنی گفتگو مقالات اور مجلسوں کے درمیان برمحل معیاری اشعار استعمال کرتے تھے چونکہ مرحوم کا محبوب مشغلہ تبلیغ دین تھا لہٰذا کبھی بھی اپنے آپ کو بحیثیت شاعر پیش نہیں کیا۔ مندرجہ بالا اشعار انکی شاعرانہ عظمت اور فنی پختگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

کھو نہیں سکتا ہوں دل کو کوئی دل پائے بغیر
راہ بھولا ہی نہیں ہوں راہ پر آئے بغیر
نام میرا آئے گا اس بزم میں ایک دن ضرور
داستاں رکتی نہیں ہے رنگ پر آئے بغیر

منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

امیر المومنیں کی آج کعبہ میں ولادت ہے
خلیل حق سے بالا ابتدائی شان رفعت ہے
وہ آئیں فاطمہ دیوار میں در ہوگیا پیدا
صدف کو خانۂ کعبہ کے اس دُر کی ضرورت ہے
نکل کر خانۂ حق سے ملی آغوش پیغمبر
ترقی کی طرف مائل بہت زور فضیلت ہے
خدا رکھے جوانی دیکھئے کیا حشر ساماں ہو
ابھی سے بازوؤں میں ل کشتن اژدر کی قوت ہے
شریک نور پیغمبر امین فطرت مرسل
حبیب کبریا کی ہو بہو صورت ہے سیرت ہے
شب ہجرت بتائے گی بلندی نفس حیدرؑ کی
یہ گھر کیا ہے شہ ہے گھر والے کی مرضی جس کی قیمت ہے

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم ایک عظیم شاعر تھے انہوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

ملاذ العلماء کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زبان و قلم دونوں کے ذریعہ تبلیغ دین کی ہے۔ وہ ایک کامیاب خطیب بھی تھے۔ لکھنؤ میں مستقل قیام نہ ہونے کی وجہ سے راقم السطور کو مولانا کی مجلسیں سننے کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ لیکن مرحوم کی خطابت کے سلسلے میں چودھری سبط محمد نقوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ آپ ذاکر تھے، تندرستی کی کمزوری سے بیشتر لکھنؤ میں رہتے تھے اور عام طور سے مومنین کو دستیاب ہوجایا کرتے تھے۔ بیان طعن و طنز سے خالی ہوتا تھا۔ مناظرے کے مضامین بھی کم پڑھتے تھے زیادہ تر اسلامی عقیدے اور اخلاق، رسول و اہلبیت کے فضائل اور ان حضرات کے مصائب بیان کرتے تھے۔ اس لئے ہر حلقے میں بیان پسند کیا جاتا تھا۔ اب ان صفات کا ذاکر لکھنؤ میں بروقت کہاں ملے گا۔

(تاثرات ملاذ العلماء ایک تعارف۔ صفحہ۔۱۱)

مولانا ایام عزا میں پہلے عشرے کی مجلس حسینیہ جنت مآب اور آغا ہومیو میں خطاب فرماتے تھے۔ مولانا کے قریبی افراد بتاتے ہیں کہ وہ ہر سال کئی سو مجلسیں خطاب کرتے تھے۔ ملک کے باہر بھی انکی خطابت کا بہت شہرہ ہے۔ محترم عابد حیدری صاحب امیر العلماء کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ: ''حمید الحسن صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ میں جس ملک میں گیا اور جہاں گیا وہاں کے لوگوں سے انکی تعریف سنی۔ کوئی شکایتی جملہ سننے میں نہیں آیا۔''

مرض اور وفات:۔

مولانا دل کے مریض تھے اور بلڈ پریشر، شگر

جیسے خطرناک امراض میں بھی مبتلا تھے۔ جن امراض کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے ساتھ ہی جایا کرتے ہیں۔ مولانا نے بھرپور علاج بھی کرایا۔ علاج کے سلسلے میں یوروپ کا سفر بھی کیا۔ وقتی فائدہ بھی ہوا لیکن کمزوری بڑھتی رہی۔ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۶ء کو انکی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ سنجے گاندھی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ بھی لے جایا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ صبح ۸ر بجے انتقال فرمایا۔ انکے انتقال کی خبر لکھنؤ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اہل لکھنؤ جوق در جوق شریعت کدہ پر آنے لگے۔ دکانیں بند ہوگئیں۔ ۶ر بجے شام کو جنازہ شریعت کدہ سے حسینیہ جنت مآب لایا گیا۔ نماز جنازہ حکیم امت ڈاکٹر کلب صادق صاحب قبلہ نے پڑھائی۔ ۹ر بجے شب میں اپنے والد کی قبر کے نزدیک سپرد خاک کیے گئے اور زندگی بھر ذکر حسین کرنے والے ذاکر کو بارگاہ حسین ہی میں ابدی آرام گاہ مل گئی۔

علم کی بخشی کچھ ایسی روشنی سید حسن
بھول پائے گی نہ تم کو زندگی سید حسن
جب شہید کربلا کے غم کا ساون آئے گا
یاد آئے گی تمہاری ذاکری سید حسن
حاشیے لمعۂ سیوطی اور رسائل پر تیرے
ہیں دلیلیں تیرے علم و فضل کی سید حسن
مصرع تاریخ نیر کے قلم نے یوں لکھا
عالم دیں ذاکر آل نبی سید حسن

۱۴۱۷ھ

عباس رضا نیر

کلب عابد میموریل اسکول و مدرسہ

نور باڑی سعادت گنج، لکھنؤ

انگلش میڈیم نرسری سے آٹھویں تک

مدرسہ میں ۴ سے ۶ بجے تک لڑکیوں کو اور ۷ سے ۹ بجے تک لڑکوں کو درس دیے جاتے ہیں

عصری اور مذہبی اعلیٰ تعلیمات کا مرکز

اراکین ادارہ اور اساتذہ و تلامذہ مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے شرکا عظیم مجالس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سکریٹری:- مولانا سید محمد میاں	چیئرمین:- مولانا سید کلب جواد

شیعہ سنی اتحاد کے نقیب کا آخری خطبہ

صفوۃ العلماء مولانا کلب عابد مرحوم نے ۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء کو امام باڑہ آصفی کی شاہی مسجد میں جو آخری خطبہ دیا وہ شیعوں اور تمام مسلمانوں کے لئے ایک ایسا پیغام ہے جس پر اگر وہ آج بھی لبیک نہیں کہیں گے تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے لئے اس ملک میں اور کتنے برے دن آئیں گے۔ ہم یہاں مولانا کی اس آخری خطبہ سے چند اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

میں انسان بھی ہوں، مسلمان بھی ہوں اور شیعہ بھی ہوں۔ مسلمان ہونے کے معنی نہیں ہیں کہ انسانیت چھوڑنا پڑے اور شیعہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ دائرۂ اسلام کے باہر قدم رکھنا پڑے۔ اگر کوئی انسانی مسئلہ ہوگا تو اسے بطور انسان حل کرنا پڑے گا، جیسے کوئی شخص اگر پیاسا مر رہا ہو تو بغیر یہ دیکھے کہ وہ ہندو ہے کہ مسلمان سکھ ہے کہ عیسائی، اس کے حلق میں پانی ٹپکانا ہی پڑے گا۔

اسی طرح اسلام کو اگر کوئی خطرہ لاحق ہوگا تو اس سے بطور مسلمان نپٹنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی شیعی مسئلہ ہوگا تو میں اس کے حل میں بطور شیعہ منہمک رہوں گا

آقائے شریعت مولانا سید کلب عابد طاب ثراہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انکے سولہویں دیسہ کی عظیم مجالس میں شرکت کے لئے تشریف لانے والے مومنین کا قلبی خیر مقدم کرتے ہیں۔

نواب وارث علی خاں (کیمپل روڈ)، ظفر حسین (الیکٹو انجینیر)، گوہر آغا (مفتی گنج)، وصی حیدر (حسن پوریہ)، فرحت رضوی (کشمیری محلہ)، شہنشاہ جعفر (نور باڑی)، دلشاد حسین منو (دیانت الدولہ کربلا)، علی آغا (مفتی گنج)، سلطان مرزا (دیانت الدولہ کربلا)، محمد مختار (نوریہ گنج)، مازم حسین (کلب عابد پلازا)، جان عالم (کانپور)، کاظم علی خاں (چیلنگ روڈ)، احمد کمال زیدی (علی گنج)، سجاد نقوی (علی گنج)، حسن رضا (درگاہ حضرت عباس)

ممبران
آقائے شریعت میموریل سوسائٹی، لکھنؤ

اتحاد بین المسلمین کے علم بردار مولانا سید کلب عابد صاحب (مجتہد) کی زندگی

ایک نظر میں

۱۔ ولادت ۱۹ر جنوری ۱۹۲۳ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ

۲۔ سلطان المدارس کی جماعت اولی میں داخلہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء

۳۔ عقد بہ دختر حضرت باقر العلوم مولانا سید باقر صاحب ۱۹۴۳ء

۴۔ صدر الافاضل از سلطان المدارس لکھنؤ فرسٹ ڈویزن ۱۹۴۵ء

۵۔ ہندوستان میں خاص خاص اساتذہ۔

مولانا محمد عادل صاحب قبلہ۔ مولانا علی حسین صاحب قبلہ
مولانا عارف حسین صاحب قبلہ۔ مولانا الطاف حیدر صاحب قبلہ
مولانا صفیر حسین صاحب قبلہ۔ مولانا ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی
مولانا عبد الحسین صاحب قبلہ۔ مولانا سید محمد صاحب قبلہ
مولانا سید حسن صاحب قبلہ نزیل کربلائے معلی اور مولانا سید حسین صاحب قبلہ

۶۔ روانگی عراق ۱۹۴۶ء

۷۔ کربلا میں خاص استاد آیۃ اللہ سید مہدی شیرازی

۸۔ نجف میں خاص استاد: آیۃ اللہ محسن الحکیم آیۃ اللہ محمد شاہرودی (قدس سرہ)

۹۔ واپسی از عراق ۱۹۴۹ء

۱۰۔ مدرسہ سلطان المدارس میں مدرس ۱ دسمبر ۱۹۵۰ء تا ۳۰ رجون ۱۹۷۲ء

۱۱۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاد نومبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۸۳ء

۱۲۔ چند تلامذہ: مولانا آغا جعفر صاحب قبلہ (پاکستان) مولانا مرتضی جعفر صاحب قبلہ (پاکستان) مولانا مرزا محمد عالم صاحب قبلہ مرحوم مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ۔ ڈاکٹر مولانا عمران رضا صاحب قبلہ مولانا علی ابن الحسین صاحب باقری۔ مولانا شفیق حسین صاحب قبلہ مولانا نبی حسن صاحب قبلہ۔ مولانا راشد حسین صاحب قبلہ مولانا سید حسن صاحب قبلہ نقوی۔ مولانا مظفر حسین صاحب قبلہ کشمیری مولانا محمد تقی صاحب قبلہ (آل باقر العلوم) مولانا مسرور حسین صاحب قبلہ۔

مولانا ابراہیم علی صاحب قبلہ حیدرآبادی مولانا غلام رسول صاحب قبلہ فاروقی۔

مولانا حکیم ناصر عباس صاحب قبلہ۔ مولانا علی قاسم صاحب قبلہ مولانا ابن حسن صاحب قبلہ۔ مولانا زاہد احمد صاحب قبلہ مولانا تفضل نقوی صاحب قبلہ وغیرہ۔

۱۳۔ منصب

ا۔ امامت جمعہ لکھنؤ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۶۳ء غیر مستقل
۱۹۶۳ء تا دسمبر ۱۹۸۶ء مستقل

ب۔ نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ج۔ ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

د۔ ممبر سینٹرل حج کمیٹی

ہ۔ ممبر مسلم یونیورسٹی کورٹ

و۔ ممبر اردو اکادمی

ز۔ صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس

۱۴۔ حسینیہ غفرانمآب میں پہلا عشرۂ محرم ۱۳۸۴ھ، ۱۹۶۴ء

۱۵۔ آخری مجلس قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۶ء

۱۶۔ تاریخ وفات ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۶ء ۸:۱۵ بجے

۱۷۔ جائے وفات نزدیک پھاپھامئو ضلع الہ آباد

نظم

لٹاتے رہتے ہیں جو علم کے خزانوں کو
زمین ڈھونڈ رہی ہے ان آسمانوں کو

جو سنگ راہ تھی انسانیت کے رستے میں
وہ شخص توڑ رہا تھا انہیں چٹانوں کو

در حسین سے جو کچھ بھی اسکو ملتا تھا
وہ منبروں سے لٹاتا تھا ان خزانوں کو

غم حسین کی تو سے روشنی لے کر
اجالے بانٹ رہا تھا سبھی زمانوں کو

وہ اپنے لہجۂ سیّد اب سے طرز تقریر
جھنجھوڑ دیتا تھا ثقافت کے نوجوانوں کو

اکبر نور تقی جرولی

چوک میں واقع آکسفورڈ اسکول کی بنیاد ۱۹۸۸ء میں محترمہ حمیدہ رضوی نے ڈالی یہ اسکول انگریزی میڈیم سے بچوں کو عصری تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ انکی ہمہ جہد ترقی کے لئے ہر ضروری کوشش کرتا ہے۔

- ہندوستانی تہذیب اور ثقافت کے صحت مند ماحول میں ۴ سے ۱۶ سال کے ایج گروپ کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے
- ریاستی ایجوکیشنل بورڈ سے آئی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے لئے منظور شدہ
- کشادہ اور ہوادار کلاس روم، پریکٹکل کے کمرے
- بچوں کی صحت کی طرف خاص توجہ
- فزیکل ٹریننگ کے ساتھ ساتھ کھیل کود کا معقول بندوبست
- گیمس، ڈیبیٹ، مضمون نویسی، کوئز کنٹیسٹ، سائنس کلب، شجرکاری وغیرہ میں طلبا کی دلچسپی پیدا کی جاتی ہے۔
- اسکول کا اسٹاف اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ ہے
- داخلہ میرٹ کی بنیاد پر کیئے جاتے ہیں

اسکول میں اڈوانس رجسٹریشن کا بھی انتظام ہے

آکسفورڈ پبلک اسکول

کربلائی کمپلیکس چوک لکھنؤ

New

J.K. Enterprises

KE

Stockist
Plastic Folder, P.V.C. Bags,
Plastic Files, Bank Pass Book Cover,
F.D.R. Cover, Conference Files, Seminar Folder,
Executive Bags, Computer Files, Lamination Roll & Pouch,
Office Files Diaries etc.

J.K. Enterprises

53, Bahadur Sing Complex, Goyne Road, Aminabad, Lucknow -18
Tel. : (Resi) 219461, (Shop) 283008 (PP)

Web Cam & Head Phones on every systems.

- Pentium 4
- 17" Colour Monitors
- Laser Printer
- Computer Typing D. T. P., Web Desiging e-learning, e games,
- Ice Cream Parlour
- Snacks
- Full Airconditioned, Separate Cabins, ISD Facilities

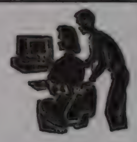

Oxford Cyber Cafe

Karbala Complex (Near Central Bank, Chowk, Lucknow)

✆ 418765
410220 (p.p.)

Saeed

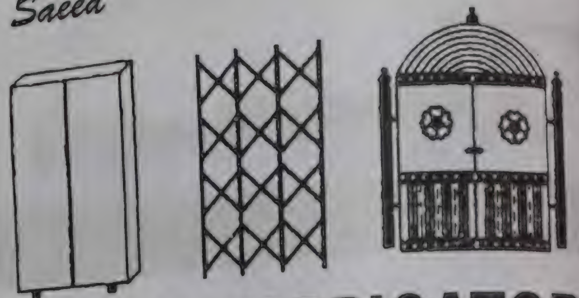

Etc.

ALEEYA FABRICATORS

SHOP : 10, (OPP. C-BLOCK) KARBALA MARKET,
RAJAJI PURAM, LUCKNOW

Sabiha Rizvi

Tel. : 0522-248858

Al Raza
Tours & Travels

Hajj | Umrah | Ziyarat

Rahat Villa, Opp. Block-16, Napier Road Colony, Part-II,
Thakurganj, Lucknow-226 003

عظیم مجالس اور سولہویں دیسہ کے موقع پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

بامبے جویلرس

۸۴، وکٹوریہ اسٹریٹ، اکبری گیٹ، لکھنؤ۔ ۳

The Comlete
Gold & Silver
Shop

Bommay Jewellers

84, Victoria Street, Akbari Gate, Lucknow
Phone : 264646

Manzar Zaidi

Contact for
All Type of Glass Works

Glass House

110, Victoria Street, Bajaza, Lucknow - 226 003
E-mail : manzarzaidi@rediffmail.com

Indira Montessori School

MUFTIGANJ, LUCKNOW

EDUCATION UP TO HIGH SCHOOL

Training Center

- Fashion Designing
- Tailoring
- Tie & Die Fabric Painting
- Batik Glass Painting
- Oil Painting
- Embroidery, Mehndi

लखनऊ मे आपकी पहली इन्टरनेशन आईटा ट्रेवल ऐजेन्सी

IATA

हिन्दुस्तान से दूसरे मुल्क
जाने और आने वाले मुसाफिरों के लिये
हवाई सफ़र की आसानियां हर वक्त फ़राहम रहती हैं
ख़ास तौर से दिल्ली तेहरान
नई फ़्लाईट हफ़्ते में दो दिन शुरू हुई है बुद्ध और हफ़्ता
दुबई, शारजाह, जेद्दाह, यूरोप, अमरीकी मुमालिक
जाने और आने वालों के लिये खुसूसी रियायत का फायदा उठायें
फ़ोन से मालूमात हासिल करें
या हमारी ऐजेन्सी में तशरीफ़ लाकर मालूमात हासिल करें

कन्टेक्ट टूर एण्ड ट्रेवल्स

धन निर्माण काम्पलेक्स शक्ति भवन के पास, आई०डी०बी०आई० बैंक के नीचे 15-A, अशोक मार्ग, लखनऊ-226 001
Phone : (O) 287026, 287196, (R) 228646, Fax (0522) 287026, Mobile : 500417
E-mail : m_contact@rediffmail.com

Nadeem Agha

(S)225285
(R)249347

Lucknow Chikan Saree & Kurta

CHIKAN BHANDAR

NAZIRABAD, LUCKNOW

Please Just visit for

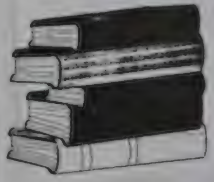

All Kinds of
School Books & Stationary,
Competition Books, General Books
are available at reasonable prises

UNIVERSAL BOOK SELLERS

82, Hazaratganj, Lucknow-226 001, Tel. :225894

Branch Office

B-939/A, Mandir Marg, (Opp. Mahanager Boys School)
Mahanagar, Lucknow, Tel. : 387023

सुविधा जनक सुरक्षित सर्विसिंग

अवध कार केयर

मारुति, मटीज़, सेण्ट्रो, एम्बेसडर, लाईट व्हीकल एवम् टू व्हीलरर्स

घण्टाघरचौराहा, लाजपतनगर, चौक, लखनऊ

वाजिब दामों में सन्तोषप्रद सेवा

☎ : (S) 229890, 210744
(R) 267632, 247532, 213492
Fax : 0522-229890

Distributors

Shalimar Paints Ltd.,
Berger Paints (India) Ltd.
Asian Paints (I) Ltd, Snowcem India Ltd.
Indian Emulsion Ltd, Vam Organic Chemicals Ltd.,
Oriental Metal Powder Co., STP Ltd.

CLARK PAINTS HOUSE

10, Latouche Road, Lucknow - 226 018 (U.P.)

Mohd. Miyan
Mohd. Umar
(alias) Arshi

✆ Shop & Resi : 260671 267429

اچھے زیورات مناسب قیمت

Mohd. Miyan Jewellers

1-2, Kapoor Market, Victoria Street, Lucknow-226 003

Mohd. Miyan
Mohd. Umar
(alias) Arshi

✆ : (Shop) 260671
(Resi.) 267429

خوشگوار ماحول
بہترین انتظام
مناسب قیمت

Anas Marriage Hall

Malik Market, Near Kapoor Market, Lucknow-226 003

Are you paying more ?

If yes **for** TECHNICAL. COMPUTER & MANAGEMENT BOOKS

Please just visit our shop

For all types of

Technical, Computer and Management Books

at very reasonable price

We are authorised distributors of
Tata Mcgraw Hill, New Age International,
Oxford University Press, Mcgraw Hill, Krishna, Prakashan,
Pragati Prakashan, IDG Books
and many more national and international publishers

Please visit our website for **Free** Career Counseling.

http:\\www.booksbookslko.com
or
http:\\www.books-and-books.com

BOOKS & BOOKS

5- Tej point, Newal Kishore Road, Lucknow -226 001
Tel. 281417, Fax (0522) 281441
Website : http:\\www.booksbookslko.com
E-mail : http:\\www.info@booksbookslko.com

AMA
MEDICAL STORE & DIOGNOSTIC CENTER

CITISCAN,
HOLE BODY,
SPIRAL

اما میڈکل اسٹور وڈائیگناسٹک سینٹر

اندرون میڈیکل کالج، لکھنؤ

سٹی اسکین، ہول باڈی اسپائیرل

سر کی جانچ -/500   باڈی جانچ -/1000

K.G.M.C. MEDICAL COLLEGE CAMPUS, LUCKNOW-3

عظیم مجالس کے موقع پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

Phone : 266074

N M S N S

NATIONAL MEDICAL STORES

Near Medical College, Lucknow

नेशनल मेडिकल स्टोर्स

करीब मेडिकल कालेज,
चौक, लखनऊ

علی کو انجینیرس

تال کٹورہ روڈ لکھنؤ - پن: ۲۲۶۰۰۴

سرکار رحمت مآب مولانا الحاج سید کلب عابد صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے اور ترحیم کے ملتمس
شرکا رعظیم مجالس کے نذرانہ عقیدت مند
کیمیکل پلانٹ اور سینٹری فیوز اور شوگر مل مشینری، ویسلس، ٹینکس، ری ایکٹرس،
سٹیل اسٹرکچر وغیرہ وغیرہ کے لئے یاد کریں۔ ایک بار کی آزمائش شرط ہے۔ آپ کی فرمائش
سے آپ کے بنائے منصوبے و نقشے پر بھی کام اطمینان بخش اور ارزاں۔

پروپرائٹر: حاجی ظفر حسین

Phone : (O) 662360
(R) 249734

U.P.T.T. No. Lk 0222905 Dt. 1.4.82
C.S.T. No. Lk-5161050 Dt. 7.9.83

ALICO ENGINEERS

TALKATORA ROAD, LUCKNOW - 226 004

FABRICATORS OF :
CHEMICAL PLANTS & CENTRIFUGES AND SUGAR MILL MACHINERY
VESSELS
TANKS
REACTORS
STEEL STRUCTURES, ARGON ARC WELDING & PLASMA CUTTING
ALSO UNDERTAKE FABRICATION JOBS
AS PER CUSTOMER'S DETAILS & DRAWINGS

عکس جنت البقیع (مدینہ منورہ) انہدام سے پہلے ابن سعود نے اپنے عہدِ حکومت میں قبہائے مبارک کھدوا ڈالے جب کہ جناب فاطمہ زہراؑ، امام حسن مجتبیٰؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی تربتیں آج تک عرب کی دھوپ میں تپ رہی ہیں۔ تاریخ انہدام ۸ شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء

علی کو انجینیرس - تال کٹورہ روڈ لکھنؤ

عظیم مجالس کے موقع پر ہم مرحوم کی مغفرت اور ایصالِ ثواب کے لئے دعا کرتے ہیں

NAQVI CONSTRUCTIONS

WE CONSTRUCT YOUR DREAMS.....

"TAJ ENCLAVE"
TULSIDAS MARG, LUCKNOW-226 003 (U.P.)

KALBE HUSAIN
M.D.

Phone # 241686, 265529

EXCELLENT RESULTS, PERFECT ENVIRONMENT

عظیم مجالس میں شرکت کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا کلب عابد صاحب" مرحوم
کے ایصال ثواب کے لیئے دعائے مغفرت کرتے ہیں

UNITY COLLEGE

MAULANA KALBE ABID MARG, HUSAINABAD,
LUCKNOW-226 003

Advancing towards the best in modern Education......

FOUNDER :- MAULANA DR. KALBE SADIQ SAHIB

عظیم مجالس میں شرکا کا شکریہ ادا کرتے ہیں:-

ShamsiSons
CREATIVE DECORATORS

SHAMSI SONS
Kalbe Abid Plaza, Chowk, Lucknow

Jasa Creations
Imam Bara Zainul Abedin, Hardoi Road, Lucknow

Orchids Florist
Tulsi Theatrè, Hazaratganj, Lucknow

Naushijaan Restaurant
Tulsi Theatre, Hazaratganj, Lucknow

Mahak Florist
Taj Hotel, Gomtinagar, Lucknow

عظیم مجالس کے موقع پر ہم خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

Shop 266707
Resi. 261260

BOMBAY MEDICAL STORES

WHOLE SALE & RETAIL CHEMIST &
HOSPITAL SUPPLIERS

58, Nadan Mahal Road,
Lucknow-226 003

MEHDI FAROOQUI ☎ : 249266

Servicing • Washing • Greasing

We Care Your Vehicle

Avadh Car Care

Lajpat Nagar Road, Near Ghanta Ghar Crossing,
Opp : Nagar Nigam Office, Lucknow - 226 003

Ashfaq Husain Rizvi (Raavi)
Prop.
☎ : (R) 248282

V. R. PHARMA

अंग्रेज़ी दवाख़ाना

TAJ ENCLAVE, SHOP No. G-9, CHOWK SUBZI MANDI,
TULSIDAS MARG, LUCKNOW

Kazmi Sound

Approved By:
Govt. of India, Security Police &
Intelligence Bureau

Specialized in :
DJ, Musicale, Meetings, Rallies &
School Programme

Office :
Changamal 1st Floor, Hazratganj, Lucknow
Residence :
16, Iradat Nagar (Near Daliganj Railway Station), Lucknow
Ph. : 787682, 786017 Mobile : 9839014184

تنظیم پاسداران حسین

اغراض و مقاصد

۱۔ مقصد امام حسین کی نشر و اشاعت و عملی تبلیغ
۲۔ تمام مسلمانوں بالخصوص شیعوں کی فلاح کے لئے جد وجہد کرنا
۳۔ مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لئے ہر ممکن مدد کرنا
۴۔ تمام غصب شدہ اسلامی املاک کی بازیابی کے لئے جدوجہد کرنا
۵۔ ایماندار معاشرہ کی تشکیل کے لئے کوشش کرنا
۶۔ بیجا اور غیر اسلامی رسم ورواج کی مخالفت کرنا
۷۔ مسلمانوں اور بالخصوص شیعوں کی تعلیمی اور معاشی پسماندگی کو دور کرنا
۸۔ مسلمانوں کو سیاسی استحصال سے بچانا
۹۔ ہندوستان میں بسنے والے تمام فرقوں اور مذاہب کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنا
۱۰۔ اسلام کو بدنام کرنے والی طاقتوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنا
۱۱۔ عزاداری امام حسین کی بقاء اور شان و شوکت بڑھانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا
۱۲۔ اسلام اور جہاد کے نام پر ہونے والے تشدد ظلم وستم اور غیر اسلامی حرکتوں کی مخالفت کرنا

ہیڈ آفس

کلب عابد پلازہ چوک منڈی وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ (ہندوستان) ۲۲۶۰۰۳

فون نمبر۔ ۲۲۲۴۷۲

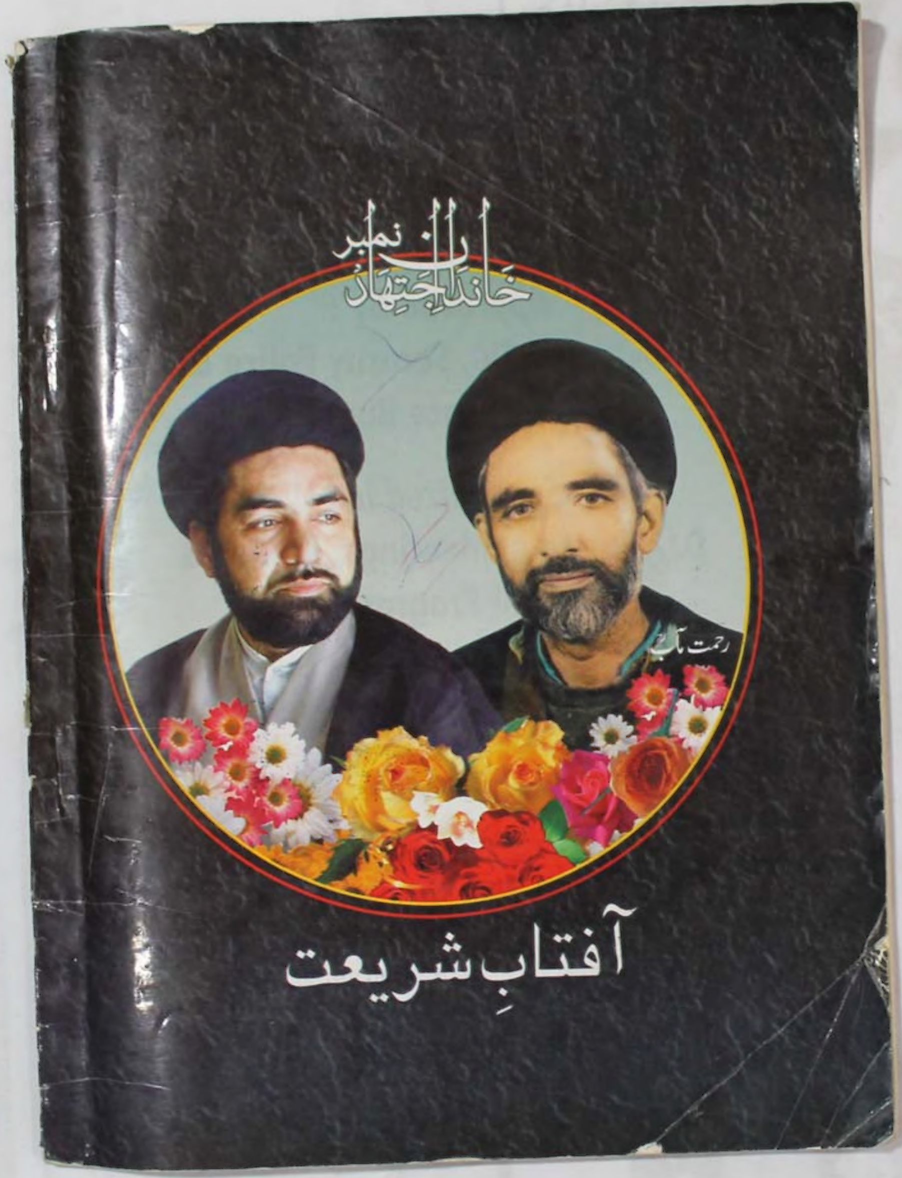
خاندانِ اجتہاد نمبر
آفتابِ شریعت